قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی القرآن الکریم

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

68

ماہنامہ

المرشد

لاہور

جنوری ۱۹۹۲ء

1. Cpl. Ch. Ali Hussain Vill - GANGAL (Makhodi)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

شیخ المکرّم حضرت مولانا محمدؐ اکرم مدظلہٗ

کے بیانات کی وِڈیو کیسٹس تیار ہو چُکی ہیں

وِڈیو کیسٹ

رمضان المبارک			کیسٹ نمبر
۲۱	۲۲		۱
۲۳	۲۴	۲۵	۲
۲۶	۲۷	۲۸	۳
۲۹	۳۰		۴
تقریب رونمائی غبارِ راہ لاہور			۵
اجتماع لنگر مخدوم			۶

-/۲۵۰ روپے فی کیسٹ مع -/۱۰ روپے ڈاک خرچ، بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر ناظمِ اعلےٰ کے نام بھیج کر منگوا سکتے ہیں،

ناظم اعلیٰ اویسیہ سوسائٹی ۔ کالج روڈ ۔ ٹاؤن شپ ۔ لاہور

جلد: ۱۴ — شمارہ: ۶

رجب المرجب ۱۴۱۲ھ، جنوری ۱۹۹۲ء

ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ

المرشد

لاہور

یکے از مطبوعات: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ: دار العرفان چکوال

فہرست مضامین

نعت ______ ۳

اداریہ ______ ۴

فلسفہ ثواب ______ ۵

رزق کریم ______ ۱۳

سوال آپ کا جواب شیخ المکرم کا ______ ۲۱

شاہد عدل و ایمان ______ ۲۷

عورت کا مقام ______ ۳۳

قیامت ______ ۴۱

بدلِ اشتراک

فی پرچہ دس روپے، ششماہی ۵۵ روپے
چندہ سالانہ ۱۰۰ روپے، تاحیات ۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ — تاحیات

سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۲۰۰ روپے، ۲۰۰۰ روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک ۵۵ سعودی ریال، ۴۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ ۱۲ سٹرلنگ پونڈ، ۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا ۲۵ امریکن ڈالر، ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق، پرنٹر:۔ طیب جمال، ریٹی گن روڈ لاہور

ماہنامہ **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلّام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدّد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمّد اکرم اعوان مدّظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظمِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

نعت

جن کی ہر اِک بات قرینہ آؤ اُنؐ کی بات کریں
خوشبُو خوشبُو جن کا پسینہ آؤ اُنؐ کی بات کریں

اُنؐ کی یاد صبا کی لہر تھی آنکھ میں آنسو لہرائے
ہر لمحہ دن ہو کہ مہینہ آؤ اُنؐ کی بات کریں

آنکھیں روشن ہیں کہ ان سے گنبدِ خضرا دیکھیں گے
نظروں میں پھر ہو گا مدینہ آؤ اُنؐ کی بات کریں

دل کی بستی کے اجیالے اُنؐ کے نُور کے پرتو ہیں
اُنؐ کے کرم سے گرم ہے سینہ آؤ اُنؐ کی بات کریں

گو ٹُوٹی پتوار ہے حامدؔ لیکن لگ جائے گا پار
عمرِ رواں کا میرے سفینہ آؤ اُنؐ کی بات کریں

محمد حامد

اداریہ

جس قوم کے ۸۷ فیصد سے زائد افراد اَن پڑھ اور تعلیم سے محروم ہوں اور حکومت کے کارندے اور ملک کے رہنما قوم کو لوٹنے میں مصروف ہوں تو ایسی حالت میں بہت سے فرائض ہم عوام الناس پر آن پڑتے ہیں۔ جن میں تعلیم کا فریضہ سب سے اہم ہے۔ کسی کی صحیح اور بہتر روحانی تربیت بھی تب ممکن ہے کہ سمجھ بوجھ کے ساتھ ساتھ کوئی پڑھنا لکھنا بھی جانتا ہو۔ اگر آپ یہ تحریر پڑھ سکتے ہیں تو یقیناً آپ یہ فرض ادا کرنے کے مکلف ہیں۔ دوسروں کا بھلا کر سکتے ہیں۔ اور قوم کی تعمیر میں عملی حصہ لے سکتے ہیں۔ اِس سلسلہ عالیہ سے جتنے پڑھے لکھے لوگ منسلک ہیں وہ نیکی اور بھلائی پھیلانے کے جس عمل میں مصروف ہیں اُس عمل میں اِس نیکی کا اضافہ کر کے قوم کے مستقبل کو سنوارنے میں بہت بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جو صُوفی جہاں بھی ہے وہ رُوحانی تعلیم کے ساتھ ساتھ تعلیم سے محروم بچّوں یا بڑوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کی مہم شروع کر دے۔ تو اِس قوم کے کردار پر نہایت مثبت اثر پڑے گا۔ اِس مہم کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہیں۔ کسی تعلیمی ادارے کی ضرورت نہیں۔ نہ ہی کسی شہر یا مخصوص ماحول کی ضرورت ہے۔ آپ جو بھی ہیں جہاں بھی ہیں۔ مرد ہیں یا خاتون۔ امیر ہیں یا غریب، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں یا صرف پڑھ لکھ سکتے ہیں۔ شہر میں ہیں یا دیہات میں۔ اللہ کا نام لے کر اپنے فارغ وقت میں یہ مہم شروع کر دیجئے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس کے لیے کوئی پابندی نہیں، کسی پلاننگ یا پیسے کی ضرورت نہیں۔ صرف آپ کے ارادے اور خلوصِ نیت کی ضرورت ہے۔ آپ کے اِرد گرد ماحول اور آپ کی اپنی استعداد پر ہے۔ ایک یا آٹھ دس کا گروپ بنا کر پڑھانا شروع کر دیجئے۔ اِس ضرورت کے لیے جب آٹھ دس افراد آپ کے پاس آنا شروع کریں گے تو ساتھ ہی ساتھ اُن کی رُوحانی تربیت کا موقع بھی آپ کو نصیب ہو گا۔ اِس نیک کام میں دیر کیوں! آج اور اِسی وقت اپنے ارادے کو عمل میں لائیے۔ اپنی مہم اور سرگرمی کی اطلاع ہمیں ضرور دیں تاکہ "المرشد" میں شائع کر کے دوسروں کو مثال پیش کی جا سکے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ اجر بھی آپ کو خود ہی نظر آ جائے گا۔

تاج رحیم

فلسفۂ ثواب

مولانا محمد اکرم اعوان

ہمارے ہاں ایک تصوّر ہے کہ اِس دُنیا میں کچھ ملے نہ ملے۔ مرنے کے بعد جنت ملے گی۔ مرنے کے بعد نہیں، جنت اِسی دُنیا میں ملتی ہے۔ یہی زندگی یا تو جنت کی طرح پُرسکون ہر لمحے جنت کی راحت نصیب ہوتی چلی جاتی ہے۔ یا جہنم کا نمونہ کہ ہر لمحے، ہر سانس میں دوزخ کی تپش شامل ہو جاتی ہے۔

لوگو! تمہاری عبادت کا مستحق صرف اللہ ہے۔ وہ اللہ جس کا علم ہر شے سے وسیع تر ہے۔ کائنات کی بے پناہ وسعتوں سے اُس کا علم کہیں وسیع تر ہے کائنات کی ساری وسعتوں کے باوجود اِس کی حدود ہیں اور اُس کا علم حدود سے بالاتر ہے۔ اللہ نے براہِ راست خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو دُنیا میں صرف تم لوگ ہی نہیں آئے تم سے پہلے بے شمار قومیں، بے شمار تہذیبیں، بے شمار حکومتیں، بے شمار لوگ رہ چکے ہیں۔ اور ہمارا یہ احسان ہے کہ ہم نے اُن کے حالات تم پر بیان فرمائے۔ تاکہ تم اُن کی زندگیوں کو اور اُن کے طرزِ عمل اور اُن کے نظریات کو دیکھ کر اپنے لیے بہتر راہ متعین کرسکو اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمہیں کسی سے کسی رہنمائی کا محتاج نہیں رکھا ہم نے اپنا نبی مبعوث فرما کر اپنی ذاتی کتاب عطا فرمائی اور اُس میں ہر طرح سے تمہاری راہنمائی فرمائی صرف اِس بات پہ نہیں چھوڑا

حالانکہ یہ بہت بڑا کام تھا راہِ حیات متعین کرنے کے لیے منصۂ شہود پر آنے والی اقوامِ عالم کے حالات پڑھ کر، سمجھ کر، سُن کر آدمی اپنے لیے بہتر راستہ متعین کر لیتا۔ فرمایا اِسی پر بس نہیں کیا ہم نے بلکہ اپنی طرف سے ایک ایسی جامع ایسی کامل کتاب عطا فرمائی اُس کے ساتھ کتاب کو پہنچانے پڑھانے سمجھانے والا رسول اور نبی صادق اور امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مبعوث فرمایا اب سادہ سی بات یہ ہے کہ اِس کتاب سے اِس کے اُن مفاہیم سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اُس عمل کی طرف جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتے ہیں یہ سارا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی مختلف تعبیریں ہیں جس نے اِس سے اعراض کیا۔ اعراض کا ترجمہ ہمارے ہاں ہوتا ہے منہ پھیرنا لیکن مُنہ پھیرنے سے مفہوم ادا نہیں ہوتا جو عربی لفظ کا منشا ہے۔ عربی لفظ کا منشا یہ ہے کہ اِس بات کو یا کام کرنے کے اِس طریقے

گویا اِس نظریے کو آدمی ہلکا سمجھ کر یا ایک طرح کی ذلّت سمجھ کر ٹھکرا دے تو اُسے اعراض کہیں گے۔ جیسے ہمارے ہاں معاشرے میں زندگی کے بلکہ آجکل تو موت کے موقع پر بھی بے شمار رسومات ہیں اگر کسی سے کہا جائے کہ یہ رسومات کی بجائے سنّت کے مطابق عمل کیا جائے تو اس کا فوراً یہ سب سے پہلا تاثر یہ ہوتا ہے کہ اِس طرح بے عزّتی ہو گی ناک کٹ جائے گی۔ یعنی وہ طرزِ عمل جو اللہ اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تعلیم فرمایا اُسے باعثِ ذلّت سمجھنا یہ اعراض ہے اور آدمی کسی رائے کو چھوڑتا تب ہی ہے جب اُسے دوسری رائے کی نسبت ہلکا سمجھتا ہے ایک کام کرنے کے دو مختلف طریقے ہیں تو جس طریقے کو ہم چھوڑ دیں گے اُس کے چھوڑنے کا بنیادی سبب یہی ہو گا کہ ہم نے اُسے ہلکا سمجھا اور اُسے باعثِ ذلّت سمجھا یا اُس میں ہم نے اپنا کوئی عزّت کا پہلو نہیں پایا تو یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے۔

کہ اِس کتاب کی تعلیمات اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے جس نے اعراض کیا۔ یہ مختلف انداز میں اعراض کرنے کے شکل و صورت میں بھی ہے کہ ہم نبی صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی شکل مبارک کو پسند نہ کریں اور غیر اقوام جیسی شکل بنائیں۔ لباس میں بھی ہے کہ ہم مسنون لباس کو پسند نہ کریں اور کافروں جیسا لباس بنائیں۔ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے سوچنے کے انداز میں بھی ہے۔ معاملات میں بھی ہے۔ اوامر و نواہی میں بھی ہے۔ عبادات میں بھی ہے تو جب اِن سب باتوں میں ہم اُس طرزِ عمل کو اپنے لیے باعثِ عار سمجھیں جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تعلیم فرمایا تو اللہ کریم فرماتے ہیں سادہ سی بات ہے جو ایسا کرے گا۔ اپنا بوجھ میدانِ حشر میں خود اُسے اُٹھانا ہو گا کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہا نہ اُس کے ہلکا سمجھنے سے دین ہلکا ہو جائے گا نہ اُس کا اِسے مشکل سمجھنے سے کچھ دین کا بگڑے گا۔ یا باعثِ توہین سمجھنے سے سنّت کی توہین ہو گی بلکہ یہ بوجھ ایسا کرنے والے کی ذات پر بڑھتا جائے گا۔ اور میدانِ حشر میں یہ بوجھ اُسے خود ہی اُٹھانا ہو گا۔ بوجھ اُٹھانا اعراض کا نتیجہ ہو گا خٰلِدِیْنَ فِیْھَا۔ گناہ کے فلسفے میں دو درجے ہیں ایک آدمی سے گناہ ہو جاتا ہے انسان ہے خطا کرتا ہے۔ لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ کام کرنے کا صحیح اسلوب وہ تھا جو میں نے چھوڑ دیا اور جو میں نے کیا یہ غلط ہے اِسے گناہ کہتے ہیں۔ اور یہ سمجھنا جو میں نے کیا ہے صحیح یہ ہے اس کے خلاف جو کہا جاتا ہے اِس طرح کرو یہ بات غلط ہے اِسے اعراض کہتے ہیں۔ اعراض ایمان کو سلب کر لیتا ہے اور اعراض کرنے والے کے لیے نجات کی اُمید باقی نہیں رہتی اِس لیے فرمایا اعراض کا بوجھ جو ہے۔ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ایک دن کے لیے نہیں اُنہیں ہمیشہ کے لیے اُٹھانا ہو گا۔ اور خلود ہمیشہ کفر کے لیے ہے اور فرمایا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ کتنا بڑا بوجھ ہے کتنا تکلیف دہ بوجھ ہے جو انہوں نے میدانِ حشر کے لیے اپنے لیے منتخب کر لیا۔ اس آیہ کریمہ میں تھوڑی سی اگر آپ توجہ فرمائیں تو گناہ اور ثواب کا فلسفہ ارشاد ہُوا ہے۔ ہمارے یہاں دو باتوں نے پُوری قوم کو بے عملی کی نیند سُلا دیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم ہر بگڑنے والے کام کو مقدر کے سپرد کر دیتے ہیں۔ کبھی یہ سوچنے کا تکلف نہیں کرتے کہ مجھ سے کہاں کوتاہی ہُوئی۔ میں نے کہاں غلطی کی میں اُس غلطی کا اعادہ نہ کروں تو دوبارہ یہ نقصان نہ ہو۔ یہ کوتاہی جو ہے اس کا ازالہ کروں یہ سوچنے کے بجائے ہم یہ کہتے ہیں بس اللہ کو یہی منظور تھا مقدر میں یہی تھا ایسا ہی ہونا تھا یہ ہو گیا۔ اِس کا اسلامی جو نقطہ نظر ہے وہ یہ نہیں ہے۔ اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ جو ہونا ہے وہ اللہ قادر ہے اُس کی مرضی جو چاہے وہ کرے لیکن جو عقل جو حِس جو شعور جو اسباب جو وسائل اُس نے آپ کو دیے ہیں آپ شریعت کے مطابق اُن وسائل کو پوری طرح سے استعمال میں لانے کے مکلف ہیں ہم اپنی پوری کوشش کرنے کے مکلف ہیں کیونکہ شرعی قاعدے کے مطابق ہم اپنی طرف سے پوری کوشش

کریں اُس کے بعد اگر نتیجہ ہماری منشا کے مطابق یا صحیح نتیجہ حاصل نہیں ہوتا تو اُس کا جُرم ہم پر نہیں آئے گا۔ اللہ قادر ہے اُس کی مرضی جو چاہے کرے لیکن جب ہم نے غلطی کی ہم نے کوتاہی کی ہم نے اپنا کام نہیں کیا ہم نے عمل ہی نہیں کیا ہم نے عملی زندگی سے ہی مُنہ موڑ لیا تو پھر جو نقصان ہوگا اُس کے ذمہ دار ہم ہیں یہ اتنا آسان نہیں ہے کہ اپنی کوتاہی کا احساس ہی نہ کیا جائے۔ سارا کچھ اللہ کے ذمے لگا دیا جائے اللہ کریم نے بے شمار امور کو انسان کی محنت اور کاوش کے ساتھ وابستہ کر دیا جسے شریعت میں تکبیر معلق کہتے ہیں قضائے معلق کہ انسانی محنت و کوشش کے ساتھ اِسے لٹکا دیا گیا کہ اگر اِس نے محنت کی تو اِس کا نتیجہ اِس طرح بدل دیا جائے گا اگر اس نے یہ محنت نہ کی تو اِس کا نتیجہ اِس طرح ہوگا۔ اِس کا حساب بھی ہوگا اگر طے شدہ امور اُن میں ہماری محنت اور کوشش کو کوئی دخل نہیں ہے تو حساب محاسبہ کس بات کا۔

دوسرا نقصان وہ فلسفہ جو ہے جسے ہمارے ہاں ثواب کہتے ہیں۔ مَیں نہیں سمجھتا مَیں نے نہیں پڑھا میری نگاہ سے نہیں گزرا کسی نے کوئی اِس کی تعریف کوئی تعین کی ہو کہ یہ ثواب ہوتا کیا ہے۔ نماز پڑھو۔ ثواب ملے گا۔ روزہ رکھو ثواب ملے گا۔ زکوٰۃ دو ثواب ملے گا۔ جہاد کرو ثواب ملے گا۔ حج کرو ثواب ملے گا سب باتوں کا ثواب ملے گا لیکن ثواب کیا شے ہے۔ وہ کہتے ہیں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے یہ تو ملے گا مرنے کے بعد جب ملے گا تو دیکھی جائے گی ایسی محنت اور ایسی مزدوری کا کیا فائدہ جس کی اُجرت ہی بروقت نہ ملے۔ ربِ جلیل نے جو دین ہمیں عطا فرمایا ہے۔ اُس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے کہ جس آدمی سے مزدوری کراتے ہو اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اُجرت اُسے ادا کرو ہم جو بندے عاجز اور محتاج ہیں ہم کسی سے مزدوری تب کرائیں جب ہمارے پاس دینے کے لیے اُجرت موجود ہو اور جیسے وہ کام ختم کرے ہم اُس کا وہ جو اُجر ہے یا اُس کا بدلہ تعجیل پہ رکھ دیں ہمارے لیے تو یہ پابندی اور خود جو قادرِ مطلق ہے جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ جسے کسی سے لینا نہیں کسی سے پوچھنا نہیں اپنی مرضی سے دیتا ہے اپنی مرضی کرتی ہے اپنی مرضی سے فیصلہ کرتا ہے اُس کی مزدوری کی جائے تو خود اُدھار کرتا ہے۔ اُدھار کی سمجھ نہیں آتی۔

ایک واقعہ بڑا مزے دار مفسرین نے لکھا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہ کبھی قحط پڑا بارش نہیں ہو رہی تھی تو انہوں نے دُعا کی بارِ الٰہا مخلوق بہت تنگ ہے رحم فرما بارش فرما تو ارشاد ہُوا کہ آپ کی قوم میں ایک شخص ہے اُس کا پیشہ ہے چغلی کرنا تو یہ اُس کی چغلی کا وبال ہے کہ قحط سالی بن گئی ساری قوم کے لیئے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی بے تابی سے پوچھا کہ یا اللہ وہ کون ہیں تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام مَیں اُس کی چغلی کرتو بُرا کہتا ہوں اور تم سمجھتے ہو کہ مَیں خود اُس کی چغلی کھاؤں اگر توبہ کرانا چاہتے ہو تو ساری قوم سے اجتماعی طور پر توبہ کراؤ۔ وہ بھی اُس میں آجائے گا اگر مَیں اُس کی چغلی کھانے کو بُرا سمجھتا ہوں تو تم سمجھتے ہو کہ مَیں اُس کا نام تمہیں خود بتاتا جاؤں گا۔ تو بات کچھ اِس طرح کی ہے کہ اللہ کریم بندے کو اُدھاری مجبوری کی اجازت نہیں دیتے تو خود کیوں ادھار کراتے ہیں۔ بات یہ نہیں ہے اُدھار نہیں ہے ہر نیک عمل کی مزدوری عمل ختم ہونے سے پہلے مل جاتی ہے بلکہ ساتھ ساتھ ملتی رہتی ہے۔ اِس کی مزدوری نیکی ہے۔ مگر ثواب کیا ہے؟

قرآن حکیم نے ثواب کی جو تعین فرمائی ہے جو تعریف دی ہے۔ صحابہ کرام کو جو مخاطبِ اوّل تھے قرآن حکیم کے اُنہیں ارشاد ہُوا۔ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ۔ یعنی تم میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ تم نے میرے نبی علیہ السلام کی اطاعت کی تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیے تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ مل کر میری عبادت اور اطاعت میں راتیں بسر کیں تو اُس کا بدلہ مَیں نے تمہیں کیا دیا۔

حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ ۔ مَیں نے ایمان کو تمہارے لیے دُنیا کی محبوب ترین شے بنا دیا۔

وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔

کفر کو گناہ کو اور بُرائی کو تمہارے دل میں قابلِ نفرت بنا دیا تمہارے دل کو مَیں نے ایسے بدل دیا کہ تمہارے دل میں ایمان کے لیے محبت اور بُرائی کے لیے نفرت پیدا ہو گئی۔ یعنی ثواب کیا ہے ہر عمل کا ثواب اگر ملے ذکر کرتے ہیں ذکر کا ثواب ہے تبلیغ کرتے ہیں تبلیغ کا ثواب ہے۔ عبادت کرتے ہیں عبادت کا ثواب ہے۔ تسبیح پڑھی اُس کا ثواب ہے۔ حج کیا ثواب ہے ثواب کیا بلا ہے؟ ثواب یہ ہے کہ انسان کی عملی زندگی انسان کی نظریاتی زندگی اُسی وقت سے مثبت طرف تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہے اور منفی چیزیں جو ہیں اُس کی زندگی سے نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اگر تو ہمیں یہ نصیب ہے کہ ہر آنے والا دن یا ہر آنے والا لمحہ ایک آدمی دن میں سَو گناہ کرتا ہے وہ سَو سے ننانوے پر آ جائے پھر بھی اُسے کسی حد تک ثواب ملا۔ اُس نے کوئی نیکی نہیں کی لیکن پہلے دن میں سو گناہ کرتا تھا پھر ایک دن ننانوے کیے ایک گناہ جو کم کیا یہ کیا ہے یہ ثواب ہے اگر کوئی گناہ چھوڑ کر نیکی کی طرف چل پڑا تو وہ تو نہال ہو گیا اُس نے تو بے شمار ثواب کما لیا لیکن اگر عملی زندگی ویسی کی ویسی ہے چلّہ لگا کر سال کا آ گیا ہے۔ جھوٹ بھی وہی ہے دھوکا بھی وہی ہے۔ ذکر کرتے کرتے برسوں گزار دیے رات دن مراقبے کرتے رہے اور عملی زندگی جب وہی جھوٹ ہے وہی چور بازاری ہے وہی بددیانتی ہے تسبیحات پڑھتے پڑھتے ہاتھ گِھس گئے لیکن عملی زندگی میں وہی بُرائیاں موجود ہیں تو اِس کا مطلب ہے کہ اُس ذکر پر اُس تسبیح پر اُس تبلیغ پر کوئی ثواب نہیں مل رہا۔ یہ کرنے والے کو تلاش کرنا ہو گا کہ کہاں کمی ہے اِس میں کہ ثواب نہیں مل رہا جب کام ثواب کا ہے تو ثواب کیوں نہیں ہے۔

ہمارے ہاں ایک تصور ہے کہ اِس دُنیا میں کچھ ملے یا نہ ملے مرنے کے بعد جنت ملے گی جنت مرنے کے بعد نہیں ملتی جنت اِسی دُنیا میں ملتی ہے۔ یہی زندگی یا تو جنت کی طرح پُر سکون ہوتی چلی جاتی ہے اور یا جہنم کا نمونہ بنتی چلی جاتی ہے یا زندگی کے ہر لمحے میں دوزخ کی تپش ہر سانس میں شامل ہوتی جاتی ہے۔ اور یا جنت کی راحت ہر لمحے نصیب ہوتی چلی جاتی ہے۔ آپ نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہو گا۔ جنہوں نے پھانسی کے تختے پر پھانسی کے رسّے کو بھی چوم کر گلے لگا لیا کیوں؟ اِس میں اُنہیں راحت ملی۔ آپ نے اُن لوگوں کو دیکھا جو ملک کے سربراہ ہوتے ہوئے بھی آرام کی نیند کو ترستے ہیں اور گولیاں نہ کھائیں تو انہیں نیند نہیں آتی کیوں؟ اُن کے اندر آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔ جنت رہائش گاہ ہے اُن لوگوں کی جنہیں اللہ کا قرب نصیب ہو۔ جنت بجائے خود کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص قربِ الٰہی سے محروم ہے۔ اطاعتِ الٰہی کی توفیق نہیں اور جنت کی اُمید لیے بیٹھا ہے تو بالکل ایسا ہے جیسے آپ کے صوبائی صدر مقام پر گورنر ہاؤس بنا ہُوا ہے۔ اب اگر کوئی گورنر ہاؤس میں رہنا چاہتا ہے تو اُس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ صوبے کا گورنر بن جائے۔ اُسے گورنر ہاؤس کلیم نہیں کرنا پڑے گا۔ مانگنا نہیں پڑے گا۔ اُس کے لیے مقدمہ دائر نہیں کرنا پڑے گا۔ کوشش نہیں کرنا پڑے گی وہ گورنر بن گیا تو گورنر ہاؤس میں اُس کی رہائش ہو گی۔ اب اگر ایک شخص گورنر نہیں ہے وہ کہتا ہے میری تعلیم اتنی ہے میرے پاس دولت اتنی ہے میری عزت اتنی ہے۔ میرے کارخانے اتنے ہیں وہ ہائی کورٹ چلا جاتا ہے سپریم کورٹ چلا جاتا ہے اپیل کرتا ہے جھگڑا کرتا ہے تو کیا وہ گورنر ہاؤس الاٹ کرائے گا۔ ساری فضول بات ہے۔ گورنر ہاؤس کے لیے تو بھاگ دوڑ کی ضرورت ہے۔ اگر بھاگ دوڑ کرنی ہے تو گورنر بننے کے لیے کرو۔ گورنر ہاؤس تو خود آ جائے گا۔

تو جنت کیا ہے جنت بجائے خود مقربانِ بارگاہ کی رہائش گاہ ہے اس کے لیے دوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ریذیڈنشل کالونی ہے

اُن لوگوں کی جنہیں اللہ کا قرب نصیب ہے تو اگر قربِ الٰہی نصیب نہیں ہے تو جنّت کی اُمید کیا؟ جنت کے لیے دُعا مانگنے کی یا زور لگانے کی تو ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اُس کی تو بنیاد ہے قربِ الٰہی۔ جنہیں اللہ کا قرب نصیب ہوگا اُن کی رہائش گاہ ہے جنت اور اللہ کے قرب کی دلیل یہ ہے کہ اِس زندگی میں اِس دُنیا میں اللہ کی اطاعت کی توفیق نصیب ہو جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کسی کو دولت مل جائے چاہے اُس کا ایمان چلا جائے وہ کافر ہو جائے۔ ہم کہتے ہیں اِس پر بڑا اللہ کا احسان ہے اِسے پیسے مل گئے۔ کسی کے پاس دولت نہ ہو وہ کتنا نیک، کتنا شریف، کتنا اچھا آدمی کیوں نہ ہو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عذابِ الٰہی کی زد میں ہے۔ امورِ دنیا، قربِ الٰہی کی دلیل نہیں بنتی۔ بیشتر قتل ہونے والے مقربانِ بارگاہ ہوتے ہیں بیشتر قتل کرنے والے مغضوب الیہ ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات کو بھوکا سونے والا اللہ کا مقرب ہو اور کروڑوں روپے کا مالک جو ہے اُسے اللہ کا نام لینے کی توفیق بھی نہ ہو۔ دُنیا کی دولت، دُنیا کی طاقت، دُنیا کی چیزیں اِس کی دلیل نہیں بنتیں۔ اِس کی ایک ہی دلیل ہے اور وہ ہے توفیقِ اطاعت یعنی جسے اللہ کا قرب نصیب ہوگا جتنا قرب نصیب ہوگا اتنی اطاعتِ الٰہی کی توفیق مل جائے گی اور یہی ثواب ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو اِس کی تعین فرمائی وہ بھی بڑی واضح ہے۔

اصحابِ بدر کی بات ہوئی اُن لوگوں کی بات ہوئی جنہوں نے جنگِ بدر میں شرکت کا شرف حاصل کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدر میں شریک ہونے کا ثواب جو ہے یا جو لوگ بدر میں شریک ہوئے اب اس کے بعد زندگی بھر یہ جو چاہیں کریں جنت اِن پر واجب ہوگئی جنت اِن کے لیے ہے یہ جو چاہیں کریں بڑا عجیب لفظ ہے۔ اِس میں کوئی قید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لگائی نہ کسی کفر و ایمان کی قید لگائی نہ کسی عمل کی عقیدے میں اگر وہ خدانخواستہ عقیدہ غلط اختیار کر لیتے ہیں عمل میں وہ چوری، ڈاکہ، قتل کوئی برائی کرتے ہیں کوئی قید نہیں لگائی بُت پرستی کرتے ہیں کوئی قید نہیں لگائی جو چاہیں کریں جنت اِن پر واجب ہوگئی۔ شارحینِ حدیث جب اِس حدیث پر بحث فرماتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ بات اصل یہ ہے کہ بدر میں شرکت کا جو ثواب تھا اس نے اُن کے مزاج بدل دیئے اب یہ زندگی بھر کریں گے وہی جو اللہ کو پسند ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جو ان کا جی چاہے کریں اِس سے مراد یہ ہے کہ ان کا جی ہمیشہ اُس کام کو چاہے گا جو اللہ کو پسند ہے۔ جو اللہ کو پسند نہیں وہ یہ کریں گے نہیں یعنی بدر میں شرکت کا جو ثواب اُنہیں ملا اُس کا اثر یہ ہوا عملی زندگی پر اور اُن کے مزاجوں پر کہ اطاعتِ الٰہی اُن کے مزاج میں رچ بس گئی۔ یہی قرآنِ حکیم نے فرمایا حبب الیکم الایمان۔

ایمان کو اطاعتِ الٰہی کو اللہ کے ساتھ تعلق کو تمہارے لیے محبوب ترین شے بنا دیا۔ وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔ کفر کو گناہ کو عصیاں تمہارے لیے تکلیف دہ شے بنا دیا، ناپسندیدہ چیز بنا دیا۔

تو ثواب یہ ہے کہ جب ہم تسبیحات پڑھتے ہیں ہم تبلیغ کا چلہ لگاتے ہیں جب ہم ذکر اذکار مراقبے کرتے ہیں جب ہم تلاوت کرتے ہیں جب ہم نماز پڑھتے ہیں جب ہم حج کرنے جاتے ہیں جب ہم زکوٰۃ دیتے ہیں تو ہر اُس عمل پہ جس پہ ہمیں ثواب کی اُمید ہے اُس پر ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ کام کر کے میرے دل کی کیفیت کتنی بدلی۔ نیکی کا رجحان کتنا آیا، عملی زندگی میں بھلے کام کرتا تھا اُن میں کتنا خلوص یا کتنا اضافہ ہوا، دو طرح سے اضافہ ہوتا ہے خلوص اور جو دلی جذبات ہیں اُن میں اضافہ ہوتا ہے۔ قوتِ کار میں اضافہ ہوتا ہے پہلے ایک آدمی دو نیکیاں کرتا تھا اب دس کرنے لگ جاتا ہے یا پھر دونوں طرف سے کمی ہوتی ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ ہر بُرائی کی جو سزا ملتی ہے یہ ہوتی ہے کہ انسان جو نیکیاں کرتا ہے وہ اُس سے چھوٹنے لگتی ہیں۔ ایک آدمی نوافل پڑھا کرتا تھا اُس سے کوئی خطا ہوئی تو

فرائض تورہ گیا جو زائد اور نوافل پڑھا کرتا تھا چھوٹ گیا تسبیحات پڑھا کرتا تھا پہلے پانچ ہزار روزانہ درود شریف پڑھتا تھا ہزار پر آگیا اگر توبہ نہیں کرتا تو مزید کمی ہو جاتی ہے اگر پھر بھی توبہ نہیں کرتا تو پھر یہ زد فرائض تک آجاتی ہے کہ فرائضِ پنجگانہ سے بھی جاتا رہتا ہے پھر بھی توبہ نہیں کرتا تو وہ دل کی کدورت بڑھتے بڑھتے ایمان کو لے ڈوبتی ہے اور یہی وجہ ہے آج آپ دیکھیں کہ ایک گھر میں دس آدمی ہیں تو دس عقیدے بھی ہیں مصیبت کیا ہے اللہ ایک ہے کتاب ایک ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہے تو یہ عقیدے اتنے زیادہ کیوں ہیں؟ اِس لیے کہ عملی زندگی کی خرابیوں سے کھونے کے لیے بچا ہی کچھ نہیں۔ کسی کے پاس عملی زندگی میں نہ اب تسبیحات ہیں، نہ ہم لوگوں کے پاس کچھ نوافل ہیں، ہمارے پاس لے دے کے ایک ایمان ہے وہ بھی سُنا سُنایا سا، جب ہم گناہ یا خطا کرتے ہیں تو پہلی ذد ہی اُس پر پڑتی ہے اور اچھا بُھلا بندہ گمراہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی خوب یاد رکھیے کہ عمل کی جگہ صرف اِس دُنیا میں اور اِس زندگی میں ہے۔

جس اخبار کو دیکھا، کسی میں کابل کا رونا ہے کسی میں کشمیر کا شور ہے، کسی میں ہندوستان میں ظلم ہو گیا۔ آج میں دیکھ رہا تھا تامل ناڈو قبائل نے چار سو مسلمانوں کو مار دیا۔ لڑے ہندو گورنمنٹ کے خلاف رہے قتل مسلمان کر دیے۔ عجیب بات ہے اُن کا جو جھگڑا ہے وہ ہندو حکومت کے ساتھ ہے تو قتل مسلمانوں کو کر دیا۔ تو یہ دُنیا میں جہاں دیکھو مسلمان کیوں قتل ہو رہے ہیں؟ مسلمان ایک عجیب قوم تھی۔ جب یہ منصہ شہود پر آئے تو چند آوارہ قبائل تھے جنہیں نورِ ایمان نصیب ہُوا۔ اُن کی کوئی حیثیت نہیں تھی لیکن ایمان نے اُن میں وہ قوت پیدا کر دی تھی کہ وہ چند قبائل طاقت بنے کہ دُنیوی اعتبار سے بھی انہوں نے روئے زمین پر اللہ کی حکومت قائم کر دی اور روئے زمین سے ظلم و جور مٹا دیا۔ بڑے بڑے ظالموں کو سرنگوں کر دیا۔ چند ہزار نے لاکھوں کے لشکروں کو تباہ کر دیا

بُرائی کو مٹا کر امن و امان قائم کیا اور مسلمانوں کو شکست دینا یا مسلمانوں کو قتل کرنا یا مسلمانوں پر حملہ کرنا یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یعنی دوسری قومیں یہ سوچنے کو بھی تیار نہیں ہوتی تھیں کہ یہ کیسے ممکن ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ عہدِ صحابہ کو چھوڑ دیجئے۔ یہ صلیبی جنگوں کا حال ہی پڑھ لیجئے کیا تھا ایک سلطان صلاح الدین ایوبی تھا اور تمام منافقین اِس کے ارد گرد تھے۔ اُس کی ٹانگیں کھینچنے والے اور لڑنے والے اور کہاں تک سارے یورپ سے عیسائی حکمران جمع ہو کر آئے اُن سب طاقتوں کو مٹھی بھر مسلمانوں نے تہس نہس کر دیا۔ اور سارے کفر کا ناطقہ بند کر دیا گیا تھا محمود غزنوی کے پاس۔ سومنات کے لیے ہندوستان کی کتنی طاقتیں کتنے راج واڑے کتنی حکومتیں سومنات کی حفاظت کے لیے جمع ہوئی تھیں۔ اور غزنی سے گھوڑے کی پیٹھ پر آنے والے سواروں کے پاس کیا تھا۔ غزنی سے کاٹھیاواڑ گجرات تک کا راستہ ہی اندازہ کر لیجئے گھوڑے پر کیا جائے تو کتنا راستہ ہے لیکن فتح اللہ نے اُنہی کو دی۔

تو اگر مسلمان فاتح عالم تھا تو یہ اتنا بے بس بے کس اور یتیم سا کیوں ہو گیا ہے۔ کیوں مار پڑ رہی ہے؟ مَیں کہتا ہوں اِن کو کیا ہو گیا ہے جو کشمیر کو کابل کو روتے ہیں۔ کتنی تعداد میں قتل ہو رہے ہیں۔ سینکڑوں کو تو اب کوئی پوچھتا ہی نہیں یعنی کسی جگہ سے پچاس قتل ہو گئے، بیس قتل ہو گئے، دس آدمی مارے گئے تو یہ ایک روٹین کی بات ہے کوئی حیران نہیں ہوتا۔ ہمیں یہ یاد ہے۔ ہمارے ہاں یہ جو اَن پڑھ لوگ تھے اِن میں بھی ایک بات تھی کبھی گرد و غبار اُٹھتا، مطلع گرد آلود ہوتا تو لوگ کہا کرتے تھے کہ کہیں کسی نے کسی کو ظلماً قتل کیا ہو گا۔ یہ ہمارے لڑکپن کی باتیں ہیں کہ جب مطلع تھوڑا سا گرد آلود ہوتا اور غبار آلود ہوتا تو لوگ جو کہتے تھے اندازہ کرتے تھے کہ کہیں کسی جگہ کسی کو ظلماً قتل کیا گیا ہے تو یہ جو گرد و غبار اُڑ رہا ہے آسمان نظر نہیں آتا اور اگلے دن خبر تھی کہ گوجرانوالہ سپیشل کورٹ یعنی دہشت گردی کی جو عدالت بنی ہے عدالت کے صحن میں سولہ آدمی

قتل کر دیے گئے۔ کوئی آدمی نوٹس ہی نہیں لیتا۔ سو قتل ہو گئے کیا ہوا۔ کوئی فرق ہی نہیں پڑا۔ تو کشمیر کون لینے جائے گا۔ اریٹیریا اور فلسطین میں کون لڑے گا۔ ان مظلوموں کی خبر تم لو جو صحن میں اور گھر کے سامنے اور گلی میں شہر میں بازار میں ذبح ہو رہے ہیں اگر آپ ان کی گردن سے چھری نہیں ہٹا سکتے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولتے ہو کہ دنیا میں جا کر مسلمانوں کی اور اسلام کی مدد کرو گے۔ لیکن ہم تو اپنے آپ کے ساتھ دھوکے کرنے کے عادی ہو گئے ہیں تو جس معاشرے میں قتل جیسی برائی پر حیرت نہ ہوتی ہو جس معاشرے میں دین سیکھنے کے لیے بھی رشوت دینی پڑتی ہو جس معاشرے میں دینی فتوے بھی قیمتاً بکتے ہوں جس معاشرے میں انصاف بھی خریدا جاتا ہو جس معاشرے میں قیمت دے کر ہمیشہ دھوکا کھانا ہو کھانے کی چیزیں یا پہننے کا کپڑا یا جوتے سے لے کر ٹوپی تک کچھ بھی خریدیں جو کچھ آپ دیں گے اس کا بدلہ نہیں ملے گا۔ بے ایمانی ہو گی۔ تو تف ہے ایسے معاشرے پر اسے آپ اسلامی کہتے ہیں اور جو اس معاشرے کے باسی اور اس کردار کے حامل ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ثواب مل رہا ہے۔ ہم نے اتنی تبلیغیں کیں ہم نے اتنے جلسے کئے ہم نے اتنا وعظ کیا، ہم نے اتنی تلاوت کی۔ ارے میاں آپ کی تلاوت کو، ہمارے وعظ کو ہمارے جلسے اور مراقبے کو اللہ کریم کیا کریں گے۔ جو جلسہ جو تبلیغ جو مراقبہ برائی کو نہیں روک سکتا، جو مراقبہ ظلم کو نہیں روک سکتا جو تسبیح مظلوم کی فریاد نہیں سن سکتی جو تسبیح معاشرے سے ظلم کو نہیں مٹا سکتی اس پر پھر اور کونسا ثواب مرتب ہو رہا ہے۔ ثواب تو وہی کیفیت کہ ظلم مٹتا اور نیکی بڑھتی تو ظلم میں تو ہم حصے دار ہیں۔ ہر آدمی شمشیر بکف ہے آپ کسی سے بات کر کے دیکھیں گولی چلانے پہ تیار ہے۔ بات کچھ بھی نہیں بات معمولی ہے آپ اس راستے سے کیوں گزرے بندوق اٹھا لیں گے آپ نے یہ تنکا کیوں توڑا۔ گولی اٹھا لے گا۔ گاڑی پہ بیٹھنے کے لیے آپ بس میں سوار ہوں کوئی جگہ دینے کو تیار نہیں جس سے بات کرو وہ پستول کھینچ لے گا۔ عجیب بات ہے بس میں بیٹھنے کے لیے سیٹ چاہیے اس پر گولی چل رہی ہے تو کیا ملک ہے! کیا قوم ہے! کیا نظریہ ہے! کہاں نیکی ہے ان میں! اور کونسا ثواب مل رہا ہے۔ تو جب کسی قوم کا کردار اتنا بگڑا ہوا ہے تو وہ خود کو مسلمان کہلاتی ہے تو یہ اس کا ایک ذاتی عمل اور ایک انداز ہے اس پر وہ نتائج مرتب نہیں ہوں گے جو اسلامی معاشرے پر ہوتے چاہئیں غضب خدا کا دنیا کی مغضوب علیہ اور رذیل اور رسوا ترین قوم یہودی ہیں مسلمانوں کو وہ بھی پیٹتے ہیں۔ دنیا کی کمزور ترین قوم ہندو پورے روئے زمین پر ایک ہندو واحد قوم ہے کہ ہندوستان پر جو بھی باہر سے حملہ آور آیا یہ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے وہ سینکڑوں سال حکومت کرتا رہا یہ اُسے جی حضوری کرتے رہے کسی نے سر نہیں اٹھایا وہ قوم چلی گئی کوئی اور آ گئی یہ اس کی مذمت کرتے رہے وہ چلے گئے کوئی اور آ گئے پوری اقوام عالم کی تاریخ میں ہندو ایک ایسی قوم ہے کہ اس پر جو بھی سوار ہو گیا یہ اُسی کی منت کرتے رہے اور آج تک ہمارے ساتھ ہندو پڑھتے بھی تھے ہمارے زمانے میں ہندوؤں کی دکانیں بھی تھیں کاروبار پر بھی چھائے ہوئے تھے۔ ایک کروڑ پتی ہندو کو ایک مفلس مسلمان بھی پرکاہ حیثیت نہیں دیتا وہ اس طرف دیکھتا تھا تو اس کا پسینہ نکل جاتا تھا آج جب خبر آتی ہے تو پوری قوم کو ہندو قتل کر رہے ہیں یہ۔ ہماری سمجھ میں تو یہ بات ہی نہیں آتی کہ ہندو مسلمان کو قتل کیسے کرتا ہے۔ عجیب بات ہے ابھی تک جو معاشرہ ہم نے دیکھا ہے جب یہاں ہندو تھے ہمارے ساتھ آباد اور جو حال ہندوؤں اور مسلمانوں کا فرق اور فاصلہ تھا اسے دیکھ کر آج بھی یہ ماننے کو جی نہیں چاہتا کہ ہندو مسلمانوں کو کیسے قتل کرتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے لیکن یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ ثواب بھی ہمیں مل رہا ہے پتہ نہیں وہ ثواب اور کیا بلا ہے۔

تو زندگی کے میدان میں ہمارے یہ دونوں فلسفے کہ ہم نے ہر غلطی کو تقدیر کے ذمے لگا دیا ہے اور کبھی یہ سوچنے کی کوشش نہیں کی کہ مجھ سے کہاں کمی رہ گئی ہے اور اس فلسفۂ ثواب نے کہ محض ثواب مل رہا ہے وہ ثواب کیا ہے؟ یہ کبھی ہم نے جاننے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے ہماری قومی زندگی کو تباہ کر دیا۔ یاد رکھیے قرآنِ حکیم نے بڑی واضح اور بڑی صاف بات کی ہے فرمایا تمہیں اقوامِ عالم کی باتیں بھی سنائیں اور تمہارے لیے کتاب ہدایت بھی نازل فرما دی اس میں ہر کام کو کرنے کا اسلوب بتا دیا۔ اب جو بھی اس سے اعراض کرے گا ذلت اس کا مقدر ہے زندگی میں بھی موت میں بھی اور موت کے بعد بھی اور اگر کروڑوں کی آبادی میں کوئی ایک شخص بھی اس کا دامن تھام لے تو وہ ہمیشہ معزز ہو کر گزارے گا۔ وہ اس جہنم زار میں بھی جنتیوں کی طرح رہے گا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: القبر روضة من ریاض الجنة اوحفرة من حفر النار۔

یا جنت کا باغیچہ ہے قبر یا دوزخ کا گڑھا۔ ایک اجتماعی قبر میں پچاس آدمیوں کو ڈال کر اوپر مٹی ڈال دیں اس میں تیس یا چالیس یا انچاس کافر ہیں ایک مسلمان ہے تو ان انچاس کے لیے جہنم بننے والا گڑھا ایک کے لیے جنت کا نمونہ ہو گا۔ یہی حال اس دنیوی زندگی میں بھی ہوتا ہے کہ اگر ہم خلوص کے ساتھ ان عقائد کو اختیار کریں جو قرآن نے تعلیم فرمائے اس عمل کو اختیار کریں جو قرآن نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا تو ہمارے لیے آج بھی معاشرے میں نہ بے چینی ہے نہ بے قراری ہے نہ کوئی ذہنی دباؤ ہے اور نہ ہمیں کسی گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑے۔ نہ ہمیں ہندو مار سکتا ہے نہ یہودی نہ عیسائی۔ لیکن جو چیز بھی اپنے مرکز سے ہٹ جاتی ہے ایک چھوٹے سے چھوٹے پہیے کو آپ لے لیں ایک چھوٹی سے چھوٹی میز کو لے لیں۔ ایک کھڑکی ایک دروازے ایک کلاک کے پیچ کو لے لیں جو چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے اس کی کوئی قیمت کوئی حیثیت کوئی طاقت نہیں رہتی۔ ہم اپنے مرکز سے ہٹ چکے ہیں۔ ہر جھونکا ہمیں تکلیف دے سکتا ہے۔ معمولی سے معمولی فرد ہمیں دکھ پہنچا سکتا ہے اور کمزور سے کمزور قوم ہمارے لیے مصیبت اس لیے بن سکتی ہے کہ ہم نے اپنے میں وہ کمزوری پیدا کر لی۔ اس کا علاج آج بھی یہی ہے کہ سب سے پہلے ہم واپس اپنے مرکز پر آئیں یہ جو ہم دفاعی علاج سوچ رہے ہیں نا اپنے مرکز پر آئے بغیر یہ ہمارا کام نہیں کریں گے ہمیں واپس وہاں آنا ہو گا۔ جہاں ایک مسلمان کو ہونا چاہیئے۔ عملی زندگی میں بھی عقائد و نظریات میں بھی اور اس واپسی کے لیے بھی ہم ساری قوم کا انتظار کرتے ہیں۔ حالانکہ قومیں افراد سے بنتی ہیں۔ میں اپنے آپ کو واپس لاؤں آپ اپنے آپ کو واپس لائیں تو ہر فرد اگر اپنی اپنی ذات کو واپس لانا شروع کر دے تو ساری قوم واپس آ سکتی ہے لیکن اگر سارے اس انتظار میں رہیں کہ جب سارے جائیں گے تو ہم جائیں گے تو کوئی بھی واپس نہیں آئے گا اور یہ ساری ذلت جو ہم دنیا میں جھیل رہے ہیں۔ اس کی جب جواب دہی میدانِ حشر میں ہو گی کہ تمہارے عمل کے باعث پوری قوم رسوا ہوئی تو اپنے ذاتی عمل کا عذاب تو بہرحال عذاب ہے تھوڑا بھی ہو لیکن ہمارے جن اعمال اور جن کرتوتوں کے باعث پورا عالمِ اسلام رسوا ہو رہا ہے تو پورے جہاں کی جوابداری بہت مشکل ہو جائے گی۔ اللہ کریم ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور توفیقِ عمل عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

مولانا محمد اکرم اعوان

رزقِ کریم

دارِ دُنیا میں رہنے کے لیے دُنیوی اسباب کی ضرورت ہر زندہ انسان کو ہے جو نبی علیہ السّلام ہے یا رسُول علیہ السّلام نبی علیہ کی بیوی ہے یا رسُول کی بیٹی کوئی بہت بڑا نیک اور دیندار آدمی ہے یا دین سے لاتعلق انسان لیکن زندہ رہنے کے لیے اس عالم آب وگِل میں اُسے مادی اسباب، مادی وسائل، مادی رزق کی ضرورت ہے محض ہوا پھانک کر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا ننگے بدن کوئی جی نہیں سکتا بغیر چھت کے کوئی سر نہیں چھُپا سکتا لیکن اسلام کا بنیادی جو نظریہ ہے یہ بڑا سادہ سا ہے اور یہ ہے کہ دُنیا ضرور حاصل کر ولیکن حصولِ دُنیا کو مقصدِ حیات مت بناؤ زندگی دُنیا کے لیے نہیں ہے زندگی کا مقصد محض دولت کمانا نہیں ہے اور جب زندگی کے عام افعال کاروبار تجارت ملازمت اور کھیتی باڑی اسلام انہیں حصولِ زر کو مقصد نہیں بنانے دیتا یعنی جو دُنیا کے کام ہیں زراعت کرنا ملازمت کرنا دکانداری کرنا جو رزق کمانے کے ذریعے ہیں انہیں بھی محض رزق کمانا مقصد نہیں ہے اسلام کا بلکہ اسلام ان کاموں کو بھی اللہ کی رضا کے حصول کا سبب بناتا ہے اور رزق کو ثانوی حیثیت دیتا ہے ایک آدمی ملازمت کرتا ہے ملازمت میں اُسے رشوت مل سکتی ہے تو کوئی ضروری ہے وُہ دو ہزار یا پانچ ہزار کی تنخواہ پہ بیٹھا رہے جب اُسے پانچ لاکھ دس لاکھ مہینہ رشوت مل سکتی ہے مقصد اس کا حصولِ زر ہے تو وُہ کیوں نہ لے اسلام کہتا ہے نہیں تیرا مقصد ملازمت سے حصولِ زر نہیں ہے مُسلمان کا مقصد ملازمت سے اللہ کی اطاعت ہیں اسباب دُنیا کو اختیار کرنا ہے رزق، اسی پر وُہ شاکر رہے گا جو اللہ اُسے جائز وسائل سے دیتا ہے جب ایمان کمزور ہوتا ہے تو مقصد حیات حصول زر بن جاتا ہے پھر آدمی جائز اور صحیح اور حلال رزق پہ مطمئن نہیں رہتا بلکہ وُہ کہتا ہے میں جب یہاں بیٹھا ہُوں میرے پاس اختیارات ہیں میں یہ کام کر رہا ہُوں تو میں کیوں نہ پیسے جمع کروں اور یہ نظریہ غیر اسلامی ہے جب اسلام امورِ دنیا کو دُنیا کے حصول کا مقصد قرار نہیں دیتا تو کتنے سادہ ہیں وُہ لوگ جو نماز روزے کو وظائف کو دُنیا کا سبب جانتے ہیں جو خالصتًا دنیا کا کام ہی نہیں ہیں جو کام ہی اللہ کے تعلق کا ہے جو کام ہی اللہ اور بندے کے درمیان ایک رشتے کا ہے خالق اور مخلوق کے درمیان ایک رابطے کا ہے معبُود اور عابد کے درمیان ایک نسبت کا ہے تو جب دُنیا کے کام اسلام نے دُنیا کے حصول کا ذریعہ مقصد نہیں بنائے یعنی آدمی محنت کرتا ہے.

دنیا کمانے ہی کے لیے لیکن اگر اُسے بغیر محنت کیئے کام چوری کیئے وقت پر نہ جاتے بغیر تنخواہ ملتی ہو کوئی پُوچھنے والا نہ ہو کہتا ہے دس دن دفتر نہیں جاتے سکُول جاتا ہے بچوں کو پڑھاتا نہیں تنخواہ لے لیتا ہے. دفتر جاتا ہے بیٹھا رہتا ہے کافی پیتا ہے چائے پی کر گپ لگا کر آجاتا ہے کام نہیں کرتا تو تنخواہ تو اُسے مل رہی ہے نوکری اگر حصولِ زر ہی کا نظریہ ہے تو اُس کا کام تو ہو رہا ہے اسلام کہتا ہے تُو جو تنخواہ لے رہا ہے یہ حرام ہے اس لیے کہ ملازمت سے محض حصولِ زر مراد نہیں ہے مقصد یہ تھا کہ تو اللہ کی اطاعت کرتے ہُوئے اپنے فرائض کس طرح سے پُورے کرتا ہے کتنی دیانت داری سے پُورا کرتا ہے. ایک دکاندار دکانداری کرتا ہے پیسے کمانے کے لیے روزی کمانے کے

پیلے کرتا ہے اُسے اجازت ہے لیکن جائز حدود کے اندر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہُوا بازار سے تو غلے کا ڈھیر پڑا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس میں ہاتھ مُبارک ڈال کر وُہ غلہ دیکھنا چاہا وُہ بازار میں پڑا تھا۔ کھلا پڑا تھا تو باہر سُورج کی دھوپ بھی تھی ہوا بھی تھی اُوپر سارا خشک تھا لیکن اندر دانے گیلے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکاندار کو تاکید فرمائی کہ خبردار کوئی اُسے سوکھا دیکھ کر تیرے ساتھ بھاؤ نہ طے کرلے اُسے بتانا کہ اندر گیلا بھی ہے چونکہ باہر سے نظر نہیں آرہا تھا کوئی خریدار آئے۔ اگر کوئی گاہک آئے تو نرخ طے کرنے سے پہلے اُسے بتا دینا کہ بھائی اندر ہاتھ ڈال کر دیکھ لو اندر گیلا بھی ہے یہ نہ ہو کہ وُہ سوکھا دیکھ کر اس کا بھاؤ طے کرے اور پھر گیلا بھی اس کے گلے پڑ جائے تو مقصد تجارت سے صرف پیسے حاصل کرنا ہوتا تو پھر تو یہ ملاوٹ بھی ان کو جائز ہوتی۔ کہ اینٹوں کو پیس کر مرچوں میں ملا کر بیچو پیسہ ہی تو کمانا ہے پیسہ آرہا ہے پھر یہ حرام کیوں ہے اس لیے حرام ہے کہ محض پیسہ کمانا مسلمان کا مقصدِ حیات نہیں تجارت میں بھی اُس نے اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دینا ہے اللہ کے حضور۔ لوگوں کے سامنے دینے کی ضرورت نہیں ہے لوگ اچھا سمجھتے ہیں اُن کی مہربانی وُہ بُرا سمجھتے ہیں اللہ انہیں معاف کرے لوگوں کے سمجھنے سے کوئی اثر نہیں پڑے گا کسی کی صحت پر کسی کی آخرت پر جنہیں لوگ بُرا سمجھتے ہیں اُن کا کیا بگاڑ لیتے ہیں جنہیں اچھا سمجھتے ہیں۔ انہیں کیا دیتے ہیں۔ کچھ بھی نہیں اچھا یا بُرا اُسے اللہ کے حضور ثابت کرنا ہے اپنے آپ کو وُہ جب دکان پہ بیٹھا ہے اور دکان کھولی اُس نے حصولِ رزق کے لیے تو اللہ کریم فرماتے ہیں محض رزق کا حصول تیرا مقصد نہیں ہے تیرا اس دکانداری سے بھی مقصد ہے کہ تو خود کو میرا بندہ ثابت کرے اور اپنی دیانتداری کو اس بازار میں دکان میں عملی طور پر ثابت کرے کہ میں مسلمان ہوں اور یہ صرف میرے اور آپ کے لیے نہیں ہے میں نے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے اس نے گنجائشوں کے سارے راستے بند کر دیے ہیں۔

دنیا میں بہت قریبی رشتے ہوتے ہیں ماں اور بیٹے کا دنیا میں بڑا قریبی رشتہ ہوتا ہے باپ اور بیٹے کا دنیا میں بڑا قریبی رشتہ ہوتا ہے بھائی کا بھائی کے ساتھ بھائی کا بہن کے ساتھ لیکن جو رشتہ میاں بیوی کا ہوتا ہے اُس کی ایک اپنی حیثیت ہوتی ہے والدین اپنا الگ گھر بنا سکتے ہیں بھائی اپنی الگ جائیداد تقسیم کرکے رہ سکتے ہیں بہنیں اپنے گھر جا سکتی ہیں لیکن میاں اور بیوی ایک وجود کے دو حصوں کا نام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات پوری انسانیت میں تمام عالم انسانیت میں تمام دنیا کی خواتین سے افضل ترین خواتین ہیں یہ میں نہیں کہتا۔ یہ قرآنِ حکیم کہتا ہے فرمایا۔

یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اے میرے نبیؐ کی بیویو! تم کسی دُوسری عورت کی طرح عام خواتین نہیں ہو تمہاری مثال دوسری کوئی خاتون نہیں ہے لیکن یہاں ارشاد۔ بات صرف اتنی ہوئی کہ کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہ بہت تنگ دستی رہتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاجِ عالی یہ تھا کہ ابتدائے اسلام میں تو تھی تنگی لیکن فتوحات بھی عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب تک رہیں جو کچھ آتا تھا مساکین اُس سے زیادہ ہوتے تھے جو آتا تھا وُہ تقسیم ہو جاتا تھا اور دولت کدے پہ پھر فاقہ رہتا تھا تریسٹھ برس کی حیاتِ دُنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی ایک دن بھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا پُورے تریسٹھ برسوں میں کسی ایک دن کو بھی آپ تلاش کرکے حیاتِ طیبہ سے نہیں ثابت کرسکتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو حال کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ ہوتا تھا کہ سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے بخاری شریف میں موجود ہے کہ ایک چاند طلوع ہوتا پھر وُہ گزر جاتا پھر اگلا چاند

طلوع ہوتا اور وہ بھی گزر جاتا اور تیسرا چاند طلوع ہو جاتا اتنے عرصے میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ کبھی بھی ہمارے گھر میں چولہا نہ جلا تو سائل نے عرض کیا کہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کھاتے کیا تھے کیسے گزارہ ہوتا تھا فرمایا دو چار کھجوریں کھا کر پانی پی لیا یا ہدیہ میں صحابہ اور خدام دودھ بھیج دیتے تھے دودھ کا ایک گلاس پی لیا اور دو دو مہینے مسلسل گھر میں کوئی چیز نہیں ہوتی تھی کہ چولہا جلایا جاتے کوئی پکانے کو ہو تو چولہا جلے بغیر کسی سفارتیں آتیں تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قمیص مبارک دھلا کر سوکھنی ڈال دیتے تھے اور خود تب تک اندر بیٹھے رہتے۔ انتظار میں تشریف فرما رہتے تھے کہ یہ سوکھ جائے اور پہن کر باہر ملاقات کرو۔ تو جب غنائم آتے اور تقسیم ہو جاتے تھے تو ازواج مطہرات نے مشورہ کر کے مل کر بڑی جرأت بڑے حوصلوں بڑے مشوروں بڑی میٹنگوں اور بڑی سوچ کے بعد یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں تھا تو ٹھیک ہے لیکن اب جب غنیمت میں مال آتا ہے اور آپ تقسیم فرما دیتے ہیں تو ضرور تقسیم فرمائیے لیکن اپنے گھر میں کم از کم پہننے کو اور کھانے کو راشن دے کر باقی تقسیم فرما دیجئے یا جس دن غنیمت آئے کم از کم گھر میں وہ دن تو فاقے کا نہیں ہونا چاہیے اور یہ اتنی بڑی بات نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی رب کریم نے جواب دیا فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا کہ ان سے فرما دیجئے اگر تمہیں دولت چاہیے زر و جواہر چاہئیں مال چاہئیں مال چاہیے تو آؤ میں تمہیں اتنا دوں دنیا میں کسی کے پاس نہ ہو لیکن مجھ سے الگ ہو جاؤ گی مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ گی میری بیویاں نہیں رہ سکتیں، فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ آؤ مال لے لو۔ میں تمہیں مال و مال کر دیتا ہوں لیکن مجھ سے جدا ہو جاؤ گی فرمایا میں ناراض بھی نہیں ہوتا۔ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا خوشی خوشی مال و دولت دے کر رخصت کر دیتا ہوں لیکن تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی رہنے کا شرف نہیں رہ سکتا۔

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ۔

اگر تمہیں اللہ چاہیے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم چاہیے آخرت کا گھر چاہیے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

تو اللہ نے ہمارے لیے تمہارے مانگنے سے پہلے بہت بڑا بے پناہ اجر تیار کر رکھا ہے۔

ذرہ اندازہ کیجئے کہ کتنی ناگوار گزری اللہ کو یہ بات کہ میں جن ہستیوں کو معیت رسالت عطا فرماؤں وہ بھی دنیا مانگیں مجھ سے۔ فرمایا پھر لے لو دنیا جتنی چاہیے لیکن میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ دو مجھے سمجھ نہیں آتی ان لوگوں کی جو عبادت کو وظیفوں کو تسبیحوں کو دولت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کے پاس کیا دلیل ہے کیا جواز ہے اس کا اور اسے کس طرح سے سمجھا جاتا ہے۔ برکت کے لیے دعا کرنا یہ اللہ کا حکم ہے لیکن کام کے ساتھ وہی دعا وظیفہ ہے وہ خواہ سنت میں ہے خواہ کوئی بزرگ بتاتا ہے تو وہ وظیفہ جو پڑھا جاتا ہے وہ تسبیح جو پڑھی جاتی ہے وہ اسی دعا کی قائم مقام ہے کہ اے اللہ میں مزدوری پہ تو جا رہا ہوں تو میری صحت ٹھیک رکھنا تو مجھے مزدوری کا موقع عطا فرمانا اس مزدوری کو میرے لیے مفید بنانا میرے لیے اس میں سے رزق اور روزی کے وسائل پیدا کرنا لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ آدمی کام کرنا ہی چھوڑ دے اور وہ تسبیح اس کے لیے گنتی مار کر روپے کھود کر لے آئے گی تو اسلام کو مذاق نہ سمجھا جائے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا ثانی اس کائنات میں

لیے دست بردار ہو جاؤ تو تمہارے کھانے پینے کی فکر تمہیں نہیں کرنی چاہیے یہ تو پھر میرے ذمے ہے پھر یہ تم بات کیوں کرتی ہو۔

تو اسلام بڑا سادہ بڑا واضح بڑا سیدھا سا مذہب ہے۔ کہ مسلمان جو کچھ کرتا ہے اللہ کی رضامندی کے لیے جیتا ہے اُس کے لیے مرتا ہے اس کے لیے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ میری بدنی عبادتیں میری مالی کاوشیں میری زندگی میری موت لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اُس اللہ کے لیے ہیں جو ساری کائنات کا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں تو آدمی نے اپنی سے تو ہاتھ اُٹھا لیا اُس نے خود اپنی ساری محنت سے ہاتھ اُٹھا لیا کہ یہ میں اللہ کے لیے کر رہا ہوں اُس کی مرضی ہے کہ وہ میرے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے یہ اُس کی مرضی اور وہ بے پناہ کریم ہے اُس کے کرم کے وسعت کی کوئی انتہا نہیں لیکن اگر ہم یہ سوچیں کہ ازواج مطہرات نے اگر ایک وقت کا کھانا اور وہ بھی مشروط کر کے نہیں مانگا جھگڑا کر کے نہیں مانگا زبردستی نہیں کی شور نہیں کیا درخواست کی ہے کہ جب مالِ غنیمت آتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بٹتا ہے اور ہر ہر گھر ہر ہر محلے میں جاتا ہے تو اپنے گھر بھی تھوڑی سی شفقت ہو جاتے تو اللہ کریم کو یہ بات پسند نہیں آئی تو ہم جو معاشرے کے ساتھ سمجھوتے کیے ہوئے ہیں۔ سارے خلافِ اسلام امور پر ہماری ادائیں اللہ کو کتنی پسند ہوں گی اگر اتنے مقرب بندوں کی اتنی سی بات گوارا نہیں ہے تو ہم اس معاشرے میں سود کھاتے ہیں ہم اس معاشرے میں سود دیتے ہیں ہم اس معاشرے میں اپنے معاملات کو ان عدالتوں میں لے جاتے ہیں جو کافروں کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہمارے ساتھ سلوک کرتی ہیں کیا اپنے ہم معاملات کو اُن کے پاس نہیں لے جا سکتے جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مطابق فیصلہ کر دیں کیا ممکن نہیں ہے کہ آپ کا اور میرا کسی معاملے میں اختلاف ہو آپ کا کسی دوسرے ساتھی کے ساتھ اختلاف ہو تو کسی عالم دین کے پاس چلے چلیں اس میں بتائیے کہ شریعتِ مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے اور بحیثیت مسلمان ہم دونوں کو اُسے اپنانے میں کیا دشواری ہے اور اگر دشواری محسوس ہوتی ہے تو کیا ہم اس کے باوجود مسلمان ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ اگر تمہارا کسی معاملے میں جھگڑا ہو جاتا ہے اختلاف ہو جاتا ہے تنازعہ ہو جاتا ہے۔ فردوہ الی اللہ تو وہ جھگڑا اللہ کے پاس لے آؤ اللہ سے فیصلہ لے لو اللہ سے کیسے فیصلہ لو گے فرمایا اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر دے گا۔ رسولؐ کا فیصلہ اللہ ہی کا فیصلہ ہے بلکہ اس پر ایک اور قید بڑھا دی اللہ نے کہ کسی مومن مرد کسی مومن عورت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اللہ کا نبیؐ کوئی فیصلہ کرے اور وہ اُسے برضا و رغبت قبول نہ کرے اگر اُس نے قبول کر بھی لیا لیکن اُس کے دل میں تردد رہا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تو فرمایا اُس کا ایمان سلب کر لیا جائے گا۔ بلکہ جو فیصلہ اللہ کا نبیؐ فرما دے اُسے اس طرح خوشی سے قبول کرے کہ الحمد اللہ میرا فیصلہ اتنی کریم ذات نے کیا ہے مجھے بسر و چشم منظور ہے مسلمان کے لیے تو یہ بجائے خود ایک اعزاز ہے کہ اُس کی کسی بات کا فیصلہ اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما دے یہ بجائے خود ایک عزت اور ایک قدر اور ایک منزلت کی بات ہے تو ہم سب اس کو چھوڑ کر ان عدالتوں میں جاتے ہیں جہاں ہم پھر رشوت دیتے ہیں۔ ذرا اپنی مسلمانی کو ہم دیکھیں نہیں پتہ ہوتا ہے وہاں جا کر ہمیں رشوت دینی ہے پھر ہم وہاں جھوٹے گواہ لے کر جاتے ہیں اُن پر ہم پیسے خرچ کرتے ہیں ایک وکیل کرتے ہیں وہ مزید جھوٹ سکھاتا ہے۔ تھانے میں رشوت دیتے ہیں اُسے ہم اپنی مرضی سے ایک فریق رشوت دیکر اپنے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے اُن کی رائے دوسرا پیسے دے کر اپنے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے میں کہتا ہوں پولیس والوں کو بے ایمان کہہ لو لیکن اپنے کو ایماندار کیسے کہو گے جو انہیں بے ایمان بنانے جاتے ہیں اگر وہ بے ایمان ہے تو ہم بے ایمان بنانے والے ہیں

کوئی نہیں اس لیے کہ آخرت کے جن منازل کا ذکر ہو رہا ہے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ پوری کائنات میں سب سے اعلیٰ مقام رسول اللہ ﷺ کا ہوگا تو ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے کے ناطے اُس منازل پہ رہیں گی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہوگا۔ سلطان یا امیر یا بادشاہ تو ایک ہوتا ہے۔ لیکن اس کے اہل خاندان اُس کے ساتھ اُس محل میں اُس عزت و وقار اُس احترام کے ساتھ رہتے ہیں جو سلطان کا ہوتا ہے۔ اللہ کریم کو وُہ لوگ کتنے عزیز ہیں یہ قرآنِ حکیم کی مختلف آیات اس پہ دلالت کرتی ہیں اگر ان پہ کوئی اعتراض کرتا ہے تو جواب اللہ دیتا ہے اُن کی طرف کوئی نگاہ میلی اُٹھاتا ہے تو اللہ اس کو تنبیہہ کرتا ہے اُن کے دروازے پہ کوئی آواز اُونچی کرتا ہے تو قرآن اُس کا منہ بند کر دیتا ہے تنبیہہ کرتا ہے اور بڑی شدت سے کرتا ہے! اور پوری اُمت کو اعلان فرما دیتا ہے کہ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ جتنے لوگوں کو کلمہ ایمان قیامت تک نصیب ہوگا میرے نبی ﷺ کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں ماں سے مقدس رشتے کا تو کوئی تصور نہیں اسلام میں اِن ساری منازل اِن ساری شفقتوں اِن ساری عظمتوں کے باوجود ایک تھوڑی سی بات فرمایا کہ نبی سے تعلق سے یہ مُراد تو نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانا فراخی سے تو آپ رہیں گی اور تنگی آجائے تو شکایت کریں گے شکایت کرنا اُن لوگوں کو زیب ہی نہیں دیتا جو معیتِ رسالت کا دعویٰ رکھتے ہوں اور وُہ بھی دُنیا کی۔

اُب یہ اتنی سی بات تھی ربِّ کریم نے اس پر کتنا نوٹس لیا فرمایا یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو خوب سُن لو اچھی طرح مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ اس قسم کا واضح تصور تم میں سے جس نے بھی کیا اپنے تعلق کو اپنے رشتے کو اپنے ایمان کو اپنے ورع تقویٰ کو اپنی نیکی کو اس بات کے ساتھ منسوب کرنا کہ مجھے رزق بھی فراخ چاہیے فرمایا ایسا گناہ،

خبردار تم میں سے کسی نے کیا اس کے علاوہ تو کوئی بات نہیں تھی جس پر یہ عتاب نازل ہو رہا ہے اس سے پہلے آیت اس بات کو لے رہی ہے اور اس بات پر یہ دُوسری وعید آرہی ہے۔

یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ۔ میں اُسے دو چند عذاب دُوں گا دُوسری مخلوق کی نسبت کئی گنا زیادہ عذاب دیا جائے گا۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ۔ اللہ کے لیے ایسا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جس نے صبر کیا اللہ کے لیے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھوک آئے الحمد اللہ صحت ہو تو اس کا شکر ہے بیماری آئے تو اُس سے عافیت طلب کرے شکوہ نہ کرے۔ مَن یقنت منکن تم میں سے اس پہ جو صابر و شاکر رہے اللہ کے لیے اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وَتَعْمَلْ صَالِحًا ۔ اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتی رہیں۔

نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ ۔ میں اُس کو اُس کے اعمال کا بھی دو دو بار اجر دُوں گا۔ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا ۔ اور اس کے لیے بہترین رزق کا اہتمام بھی کر دُوں گا اب اس رزق کریم پر آخرت کی قید نہیں ہے رزق کریم سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ کسی کا بنک بھرا ہُوا ہو کسی کے گھر میں بوریاں بھری ہوئی ہوں اس کے گھر میں منوں چینی پڑی ہو اور وہ کھا نہ سکتا ہو یہ رزق کریم نہیں ہے اس کے پیسے کروڑوں روپے پڑے ہوں اور اُسے کھانا نصیب نہ ہو اُسے پہننا نصیب نہ ہو۔ رزق کریم سے وُہ دانہ گندم مراد ہے جس سے پیٹ تو نہ بھرے لیکن چہرے پہ ندامت کا اثر پیدا نہ ہو جسے بیشک ایک وقت کا فاقہ رہ جائے لیکن شرمندگی اور ذلت نہ ہو جس کے کھا لینے کے پیچھے کسی کا خوف سوار نہ ہو جس کے افشا کے ڈر سے شرمندگی آنے کا اندیشہ نہ ہو رزق کریم سے وُہ رزق مراد ہے جو نصیب ہو تو دل کو سکون ملے قلب پریشان نہ ہو تو پھر فرمایا یہ میرے ذمے ہے جب تم ہر چیز میرے لیے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

اور بت سے بت گر جو ہوتا ہے وُہ ہمیشہ بدتر ہوتا ہے۔ آپ خود سوچئے اگر عدالتیں غلط کرتی ہیں اگر عدالتیں رشوت لیتی ہیں تو وُہ رشوت فرشتوں سے لیتی ہیں ہم دیتے ہیں ہم کیوں دیتے ہیں عدالت ہمیں مجبور تو نہیں کرتی ہم دو آدمیوں کا اگر جھگڑا ہے ہم آپس میں تصفیہ لیں تو عدالت مداخلت تو نہیں کرتی یا زبردستی پکڑ کر تو نہیں لے جاتی اگر قتل بھی ہو جائے ورثاء معاف کر دیں تو حکومت نے تو قانون بنا دیا کہ چھوڑ دیا جائے اگر ورثاء آپس میں سمجھوتہ لیں تو حکومت چھوڑ دیتی ہے اگر ورثاء خون بہا پہ راضی ہو جائیں تو کتنے شرعی طریقے ہیں قتل جیسا جرم ڈاکے جیسا جرم چوری جیسا جرم آپس میں نپٹایا جا سکتا ہے تو یہ معمولی چھوٹے چھوٹے تنازعے یہ تُو تُو مَیں مَیں کی باتیں ہمیں عدالت میں لے جاتی ہیں اور برسوں ہمیں نہ نماز کی فرصت ہوتی ہے نہ روزہ رکھنے کی توفیق ہوتی ہے نہ سچ بولنے کی توفیق ہوتی ہے اور سرمایہ بھی لگاتے رہتے ہیں عزت و آبرو بھی جاتی ہے اور اللہ اور اللہ کے رسُول کے احکام بھی پامال ہوتے ہیں۔

تو کیا اس سارے مسئلے کا ایک حل یہ بھی نہیں کہ ہم کسی بھی قابل اعتماد عالم سے اللہ اور اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ لے لیں میں کہتا ہوں وُہ مولوی غلط کہہ دے گا تو کیا اللہ کے ہاں اتنا اندھیر ہے کہ وُہ پھر بھی ہمیں سزا دے گا تو کیا اپنے مولوی سے نہیں پُوچھے گا کہ یہ تو میرے لیے تیرے پاس آئے تھے تو نے انہیں غلط کیوں کہا ایک آدمی نہیں جانتا وُہ جاننے والے کے پاس جاتا ہے یہ اُس کے بس میں تھا وُہ اُسے جو بھی بات کہے گا۔ اللہ اور اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کہے گا یہ کوئی مولوی نہیں کہے گا کہ اللہ کا فیصلہ تو اور ہے لیکن میں تمہیں یہ کہتا ہوں ایسا کرے ایسی بات تو کوئی مانے گا بھی نہیں تو اگر ایک عالم دین اللہ کے نام پر ہمیں بتا دے ہم کہتے ہیں لوگوں کو اعتراض یہ ہے کہ جی مولوی غلط بتاتے ہیں تو پھر کنجروں کے پاس لے جاؤ وُہ صحیح بتائیں گے صحیح کون بتائے گا جاننے والا ہی بتائیں گے جاننے والوں کو ہی مولوی کہتے ہیں اور مولوی اگر خدانخواستہ کوئی غلط بتاتا ہے تو آپ کا کیا جاتا ہے۔ کوئی ایسی جرأت نہیں کرتا کم از کم میرا ایمان اس کو قبول نہیں کرتا میں نہیں مانتا کہ کوئی عالم اتنا بدکردار بھی ہو سکتا ہے۔ ہاں مولوی غلط بتاتے ہیں ہم وہی سلوک مولویوں سے بھی کرتے ہیں۔ پیسے تھانے دینے کے بجائے ہم کوئی ایسا مولوی تلاش کرتے ہیں جو ہو تو چور لیکن اُس نے داڑھی بڑھالی ہو مولوی پھر بھی نہیں کرتا۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا تھا مولانا بدکردار ہو گئے ہیں فرمایا نہیں بدکاروں نے داڑھیاں رکھ لی ہیں تم ھر داڑھی والے کو مولوی سمجھ لیتے ہو اور بدکاروں نے داڑھیاں بڑھا لی ہیں۔ ورنہ جس بھی شخص کو اللہ کے قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا علم نصیب ہوتا ہے بہت ہو یا تھوڑا ہو اس میں خشیتِ الٰہی خواہ مخواہ آجاتی ہے وُہ نہ جاننے والے سے زیادہ اگر بدکار بھی ہو نہ جاننے والے سے زیادہ ڈرتا ہے ہم سے بھلا ہے پھر بھی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم تو خلوص کے ساتھ اللہ سے پُوچھنے جاتے ہیں کہ ہمارا فرض تو ادا ہو گیا اور اگلے کے فرض کی فکر مجھے اور آپ کو کیا ہے کیا وُہ اللہ کا بندہ نہیں ہے کیا وُہ مسلمان نہیں ہے اُسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا احساس نہیں ہے اُسے ہم سے زیادہ ہے وُہ غلط نہیں بتائے گا اگر ہم خلوص سے پوچھنے جائیں اور اگر ہم گھر سے جائیں ہی فتویٰ خریدنے تو پھر ہمیں فتویٰ فروش ہی ملیں گے اور ہمیں دیندار لوگ کہاں ملیں گے۔

مجھے بڑی اچھی طرح یاد ہے ہمارے یہاں ایک جھگڑا ہو گیا میاں بیوی کا اور جُہلاء جو کام بھی کرتے ہیں بڑا انتہائی طریقے سے کرتے ہیں خواہ وُہ محبت ہو خواہ وُہ دشمنی ہو اس نے طلاق دی بیوی کو اور مکان کی چھت پر چڑھ کر دی سارے محلے کو۔ طلاق ہی دینی ہے میاں بیوی کا معاملہ ہے جہالت جو ہے یہ

بھی عجیب شے ہے اب اُس بیٹی کا اُس کی بیوی کا والد جو تھا وُہ یہاں منارہ آ گیا حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے تھے واپس جا رہے تھے فجر کی نماز ہم نے مسجد میں پڑھی بڑی مسجد میں اور وہاں سے سیدھے اڈے پر آ گئے حضرت بیٹھے تھے ۔ تشریف رکھتے تھے میں بھی پاس بیٹھا تھا وہ آدمی وہاں آ گیا اس نے معاملہ پیش کرنا چاہا اُس نے پہلے میرے ساتھ بات کی میں نے کہا دیکھو حضرت ان مولویوں کی طرح نہیں ہیں جو تمہاری رو رعایت کریں گے سیدھی سیدھی جو بات ہوگی وُہ بتا دیں گے سیدھی بات یہ ہے کہ تیری بیٹی کو طلاق ہو گئی ہے دُوسری بات جو میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ تو کل وُہ بیٹی اُس خاوند کے ساتھ روانہ کردے گا۔ میں تجھے جانتا ہوں تو پوچھتا پھرتا ہے یہ کرنا تجھے خوُد ہے لیکن تو چاہتا ہے یہ کسی مولوی کے ذمے بات لگے ہیں کہہ سکوں کہ فلاں مولوی نے کہا تھا جائز ہے تو یہ بات نہیں ہوگی اس لیے تو یہ مسئلہ یہاں نہ پُوچھ کہنے لگا کبھی ہو سکتا ہے میں کوئی اتنا بے غیرت ہوں میں اتنا بے ایمان ہوں مجھے آپ مسلمان نہیں سمجھتے میں نے کہا میں تجھے مسلمان تو سمجھتا ہوں لیکن میں تجھے جانتا بھی ہوں بہرحال آ گئے ہو پوچھ لو تم خوُد واقعہ بیان کرو فتویٰ لے لو۔ اُس آدمی نے خود واقعہ بیان کیا منارے اڈے پر ہم بیٹھے تھے اور بھی لوگ تھے بعض لوگ دُنیا سے گذر گئے حاجی خُدا بخش مرحوم تھے گذر گئے غالباً حاجی اللہ بخش تھے وُہ ابھی تک ہیں تو اُس نے واقعہ تو صحیح بیان کیا کیسے ہوا تھا میرے علم میں بھی تھا ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سُن کر فرمایا اس میں تو کسی تردد کی بات نہیں تیری بیٹی کو تو طلاق ہو چکی عدت ۔ ہی کا انتظار کر سکتا ہے تو جب پوری ہو جائے کہیں اور نکاح کردے تو اب واپسی کی کوئی صورت شرعاً ممکن ختم ہو گئی بات۔ ابھی عدت بھی نہیں گزری تھی کہ ان کی میاں بیوی کی صلح ہو گئی اُس نے بیٹی اُسکے ساتھ بھیج دی اور پھر اتفاق سے ہم ایک مجلس میں اکٹھے ہو گئے فاتحہ خوانی تھی اور بیشمار لوگ تھے تو ذرہ یہ علاقہ سخت مزاج بھی ہے اور شریعت کی بات بھی بڑی کرتے ہیں تو انہوں نے اس کے چچازاد بھائی نے بات کی کہ فلاں آدمی جو کرتا ہے شرعاً جائز نہیں میں نے کہا یہ آپ کا چچازاد بھائی بیٹھا ہے اس نے بھی ایک مسئلہ پُوچھا تھا جو شرعاً جائز نہیں تھا اس سے پوچھو اس پر عمل کیا میں نے کہا تم اپنی بیٹیاں بغیر نکاح کے کسی کو دے دو وُہ شرعاً جائز ہے اور کوئی دُوسرا حقہ پی لے تو حرام ہو گیا بات شائد حقے کی تھی کہ فاتحہ میں حقہ کو پیے میں نے کہا یہ اتنا جرم نہیں ہے جتنا بغیر نکاح کے بیٹی دُوسرے کو دے دینا اُس پر لڑائی ہوتے ہوتے بچی لیکن وُہ خاتون اب بھی اس خاوند کے پاس ہے ۔ تو جب فتویٰ لینے ہی اس نیت سے جاتے تو اُسے جو حق بتاتے وُہ تو اُسے یاد ہی نہیں رہتا پھر آگے جاتا ہے ۔ پھر آگے جاتا ہے تب تک چلتا رہتا ہے جب تک اُسے کوئی فتویٰ فروش نہیں ملتا تو اُن فتویٰ فروشوں کی نسبت سے مولوی کو تو لوگ بدنام کر لیتے ہیں لیکن اپنی ضمیر کو نہیں اُس آدمی کو آپ کیوں نہیں پکڑتے جو فتویٰ خریدنے نکلتا ہے کیا وُہ اتنا ظالم نہیں ہے کہ برائے نام سہی مولوی تو ہے مولویوں کو بھی گمراہ کر رہا ہے اس کا مطلب ہے کہ وُہ مجسم شیطان ہے انسان نہیں ہے تو ہم یکطرفہ سوچتے ہیں ون وے ٹریفک نہیں چاہیے دونوں طرف اندازہ کر کے سوچا جانا چاہیئے ۔

میں یہ ساری باتیں اس لیے کر رہا ہُوں کہ میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہم انشاء اللہ اپنی زندگی شریعت کے مطابق گزاریں گے ہر ممکن حد تک جہاں تک ہمارا بس چلے گا ہم اپنی زندگی انشاء اللہ اس قانون کے مطابق گزاریں گے جو اللہ اور اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے اس لیے کہ ہمیں دنیا کی نسبت آخرت زیادہ عزیز ہے اس لیے کہ ہمیں مال و دولت کی نسبت اللہ اور اس کے رسُول ؐ کی محبت زیادہ پسند ہے اس لیے کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ کل روزِ محشر اللہ فرمائے کہ تمہاری کوششیں تو محض دُنیا میں اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے تھیں تم کفر کے ساتھ سمجھوتہ کر کے زندہ رہے تم بدکاروں کو

برداشت کرکے زندہ رہے اور تم بے دینوں کے پاس اپنے معاملات لے کر جاتے رہے اور میرے لیے دو تین نمازیں لاتے ہو اور وہ بھی ٹوٹی پھوٹی جن میں نہ تمہارا خشوع تھا نہ خضوع نہ دل حاضر تھا نہ دماغ تو اگر ہمیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جسے خشوع کہا جاتا ہے اگر ہمیں وہ استغراق حاصل نہیں جس میں ماسوا اللہ کی یاد ہی نہ آئے ہمیں تو شاید ہم اس کے قابل ہی نہیں ہیں لیکن اپنے معاملات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کی تادیل میں دینے کے مجاز تو ہیں اس کے ہم مکلف بھی ہیں اور یہ سب ہم کر سکتے ہیں لہٰذا میں نے یہ طے کیا ہے کہ جماعت میں ایک ایسی تنظیم بنائی جائے جس کا بنیادی یونٹ ہر مجلس ذکر ہو جہاں دو ساتھی ذکر کرتے ہیں یا چار ذکر کرتے ہیں وہ اس کا بنیادی یونٹ ہو اور جہاں قریب کوئی عالم دین ہو اس سے ہم درخواست کریں گے کہ وہ ہمارے دوستوں کی شرعی امور میں رہنمائی کیا کرے کوئی بھی دنیوی معاملہ آتے تو اس کے کرنے کا انہیں شرعی طریقہ انہیں بتاتے ہمیں اللہ اور اللہ کے قانون سے غرض ہے ہمیں کسی مولوی کی لمبائی چوڑائی سے کسی مولوی کی شہرت سے غرض نہیں ہے کسی کے دیو بندی یا بریلوی ہونے کی ہمارے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے اہل حدیث ہے یا کوئی ہے ہم ہم جو مسلمان ہیں اور بنیادی اسلامی عقائد سے جو انحراف نہیں کرتا ہم اس کی عزت کرتے ہیں اگر کوئی دیو بندی کہلاتا ہے اُسے پسند ہوگا اگر بریلوی کہلاتا ہے اُسے وہ بات محبوب ہوگی لیکن ہمیں وہ شرعی امور میں شریعت مطہرہ کے قانون سے آگاہ کر سکیں۔ اگر اُس پر دوستوں کی تسلی نہیں ہوتی تو ہم ہر ضلعی مرکز میں ضلعی سطح کا کوئی عالم مقرر کریں گے اور اُس کے بعد آخری عدالت ادارے کی ہوگی اُس میں چوٹی کے علماء کی ایک کونسل بنائی جائے گی تو وہاں سے بات چلے اگر تشفی نہیں ہوتی تو وہاں تک چلتی آتے جو آخری اور فائنل ہوگی اگر کسی ایسے رکن کے ساتھ آپ کا معاملہ آجاتا ہے جو شرعی فیصلہ نہیں مانتا جو عدالت میں جانا چاہتا ہے آپ کی متعلقہ

عدالت آپ کے ساتھ عدالت میں جائے گی اور عدالت کو REQUEST کرے گی بطور گواہ کرے یا بطور وکیل کرے، کہ اصل معاملہ یہ ہے اور اس کا شرعی حل یہ ہے ہم اس کی طرف دعوت دیتے ہیں یہ نہیں مانتا آگے فیصلہ عدالت پر ہے اُس کی مرضی وہ کیا کرتی ہے مجھے اُمید نہیں ہے کہ کوئی مسلمان مجسٹریٹ اس معاملے میں اختلاف کرے یا کسی مسلمان حکمران کو اس سے اختلاف ہو اور اس میں کسی پارٹی کو کوئی تکلیف ہو میرے خیال میں نہیں ہونی چاہیے اور اگر کسی کو ہو تو یہ بڑے دکھ کی بات ہوگی اس لیے کہ ہم اُس کی ناراضگی برداشت کرلیں گے اللہ اور اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی برداشت نہیں کریں گے کوئی ہم سے روٹھتا ہے تو رُوٹھ جاتے کوئی خفا ہوتا ہے تو ہو جاتے کوئی ہمیں بُرا کہتا ہے وہ سو بار کہہ لے کوئی بھلا کہتا ہے تو اس کی نوازش مہربانی لیکن ہم اپنی زندگی کو اپنے معاملات کو جہاں تک ہمارا بس چلتا ہے معاملات کو اُس قاعدے کے مطابق کرنا چاہیں گے جو اللہ اور اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کردہ ہے اس لیے کہ اس کے بغیر اللہ اور اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کا دعویٰ کرنا فضول ہے میں نہیں سمجھتا کہ اُمت میں کسی کا وہ مقام و مرتبہ ہو جو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور جو جواب اللہ نے انہیں دیا اس میں کسی دُوسرے کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی۔

انشاءاللہ یہ سارا سسٹم باقاعدہ طور پر اس کا ایک تنظیمی ڈھانچہ بنا کر اُس کے قواعد و ضوابط بنا کر تمام مراکز ذکر میں پہنچا دیا جائے گا اور دوستوں کے نام سے طلب کر لیے جائیں گے کہ کہاں کونسا عالم ہماری اس میں رہنمائی کر سکتا ہے۔

اور دُوسری بات ایک میں واضح کرتا چلوں کہ ہم ذکر کرتے ہیں یا ہم مجاہدہ کرتے ہیں نفل پڑھتے ہیں تو ہمارا یہ مسلک نہیں ہے کہ ہم کوئی بہت بڑے مسلمان ہیں اور دُوسرے کم مسلمان ہیں ہم اگر زیادہ محنت کرتے ہیں تو اپنے لیے کرتے ہیں تو دُوسرا کوئی بھی مسلمان اگر وہ ذکر نہیں کرتا اگر وہ امور شرعی میں اس تنظیم کا رکن بننا چاہتا

سوال آپ کا
جواب شیخ المکرم کا

سوال :- جب کہا جاتا ہے کہ فلاں کام یا عمل سے اتنی ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے ؟

جواب :- یار یہ گناہ نیکی سارا تماشا ہے۔ اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ بعض ایسے کام ہیں جنہیں ہم نیکی سمجھتے ہیں لیکن میدانِ حشر میں وہ گناہ ہوں گے۔ بعض ایسی خطائیں ہیں جو ہم نے گناہوں میں لکھ دیا ہے لیکن شاید وہ ہماری نجات کا سبب بن جائیں۔ بلکہ گناہ BY ITSELF گناہ نہیں ہے۔ نیکی BY ITSELF نیکی نہیں ہے۔ بات ہے اُس کی منظوری جو بات پسند آگئی وہ نیکی ہے جو اُسے پسند نہیں ہے وہ گناہ ہے۔ وہ پسند و ناپسند پہ آپ تب ہی عمل کر سکیں گے جب آپ کی پسند اُس کی پسند کے تابع ہو جائے۔ اس کا سب سے آسان نسخہ جتنی یہ چیز قیمتی ہے نا اُتنا اس کو حاصل کرنے کا جو طریقہ ہے۔ اللہ نے آسان کر دیا ہے۔ آپ نے پڑھا بھی ہوگا، سنا بھی ہوگا کہ آدمی با اختیار ہے۔ لیکن پریکٹیکل لائف میں کیا اختیار ہے۔ کیا اپنی مرضی سے پیدا ہو سکتا ہے، اپنی مرضی سے مر سکتا ہے۔ اپنی مرضی سے قد بڑھا گھٹا سکتا ہے۔ اپنی مرضی سے اپنا رنگ بدل سکتا ہے۔ اپنی مرضی سے اپنے نقش بدل سکتا ہے تو کچھ بھی تو نہیں کر سکتا۔ اپنی مرضی سے اولاد نہیں حاصل کر سکتا۔ اپنی مرضی سے مال نہیں حاصل کر سکتا۔ کیا کیا اختیار ہے اُس کے پاس۔ یعنی اگر ہم تجزیہ کریں تو کیا ہے آدمی کے پاس ایک سانس آئے ٹھیک ہے نہیں آئے ٹھیک ہے۔ چلتی HEART رک جائے تو اُسے چلا نہیں سکتا دُنیا کے وہ اپریشن کروانے والا مجھے ایڈوائز کرتا تھا یہ کھاؤ یہ نہیں کھاؤ میرا ہارٹ ٹھیک ہے۔ اور کتنا وہ میرے پیچھے پڑا رہتا تھا یہ ہو گیا وہ ہو گیا تو وہی ہارٹ ہے وہی چل رہا ہے اور وہ اپریشن کرایا۔ یعنی پوری دُنیا کو ایڈوائز کرنے والا خود اپنا سینہ کٹوایا تو کیا ہے انسان کے پاس۔

میرے برخوردار انسان کے پاس بہت بڑا اختیار ہے اور وہ صرف ایک لمحے کا ہے کہ جب وہ DECIDE ڈیسائڈ کرتا ہے۔ کہ کیا اُسے اللہ کی رضا کو مقصد بنانا چاہیئے یا نہیں صرف یہ اُس کا اختیار ہے۔ باقی ایکٹ سارے وہی کرے گا۔ یعنی کافر اور مومن میں کھانے پینے کمانے مکان بنانے اولاد پالنے مرجانے میں کیا فرق ہے۔ وہ اکبر الہ آبادی نے کہا تھا۔

کیا کہیں احباب کیا کارہائے نمایاں کر گئے
بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

تو اس میں مومن ہے یا کافر ایک لائف پیٹرن ہے۔ سکول جاتا ہے وہاں سے آ کر ملازمت کرتا ہے۔ اولاد ہوتی ہے۔ بچے پالتا ہے۔ گھر بناتا ہے مرجاتا ہے تو فرق کیا ہے۔ کہ ایک انسان اس لائف پیٹرن یا روٹین پہ نہیں وہ سمجھتا ہے کہ میں انسان ہوں۔

اور مجھے اِس روٹین میں بجھتے نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ مجھے کوئی فیصلہ DECISION لینا چاہیئے اور وہ اپنے ٹارگٹ کو اچیو کرنے کے لیے یا اپنا ٹارگٹ معین کرنے کے لیے خلوصِ قلب سے تنہائی میں اندر بیٹھ کر یہ ڈیسائڈ کر لیتا ہے کہ مجھے اللہ کا قرب چاہیئے۔ AND THAT'S MY TARGET اُس کے بعد اُس تک پہنچنے کے سبب کیا بنتے ہیں اللہ کہتا ہے۔

وَيَهْدِيْ اليه من ينيب - جو یہ فیصلہ کرے۔ اُس کے اسباب میں خود بنا دیتا ہوں سب مفسرین اِس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی خلوصِ قلب سے یہ فیصلہ کرلے۔ کہ مجھے اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔ اللہ اُسے اپنے بندوں تک اور ایسے لوگوں تک پہنچانے کا جو اُسے یہ چیزیں دے سکیں اِس کے اسباب وہ خود بنا دیتا ہے AND THAT IS VERY MUCH EASY کوئی دُعا نہ مانگیں۔ آپ کسی درگاہ پہ نہ جائیں۔ کسی بزرگ کو تلاش نہ کریں لیکن آپ اُس کے ساتھ معاملے کرلیں۔ اپنی تنہائی میں صرف آپ ہوں اور آپ کا رب ہو اور رسمی نہیں۔ WITH THE DECISION رسم اور ہوتی ہے۔ رسم تو میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں، ایک پیر بھی ہوں ایک مولوی بھی ہوں لیکن شاید میرے دل کا DECISION کیا ہو ممکن ہے مَیں اِس سے شہرت گین کرنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے مَیں اِس سے پیسے بنا رہا ہوں ممکن ہے مَیں اِس سے کوئی اور فائدہ اُٹھا رہا ہوں تو اللہ تو اُس فائدے کو یا اُس الٹی میٹ ریزلٹ کو دیکھ رہا ہے جو THE DEPTH OF MY HEART اندر جو گرہ میرے پڑی ہوئی ہے نا اُسے وہ تو دیکھ رہا ہے یہ سارا جو ڈرامہ ہے اِس کا الٹی میٹ ریزلٹ یہ کیا حاصل کرنا چاہتا ہے تو اگر ہم یہ ڈیسیژن کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اِسے اصطلاحِ قرآن میں انابت کہتے ہیں کہ ڈیسیژن اللہ کی رضا کو پانے کے حق میں اُس کے قرب کو حاصل کرنے کے حق میں آدمی جو ڈیسیژن دیتا ہے اُسے انابت کہتے ہیں۔ تو فرمایا

يَهْدِيْ اليه من ينيب - جو یہ فیصلہ کرے تو اُسے اپنے تک پہنچانا۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ مَیں اُس کے لیے راستے کھول دیتا ہوں۔ ایسے دوست ایسی سوسائٹی ایسے ذرائع مہیا کر دیتا ہوں جو اُن لوگوں تک اِسے لے جاتے ہیں تو PLEASE GET THE DECISION.

سوال : انسان فرقہ واریت کا شکار ہے۔ اِس میں ہمارے مولوی کا کردار ہے TYPICAL جو آپ نے فرمایا۔ اگر اِس معاشرے میں ایک CHANGE لانا چاہے۔ آدمی اُس کے لیے پریکٹیکل کس طرح لا سکتا ہے ؟

جواب - اسلام میں اور عالمِ اسلام کو جتنا نقصان ہو رہا ہے۔ میری اپنی جو رائے ہے میرا اپنا OPENION جو ہے اُس کا ۹۰٪ جو شیئر ہے وہ پیر اور مولوی کا ہے۔ ۱۰٪ معاشرے کا ہے۔ یہ میرا اپنا ذاتی تجزیہ ہے۔ آپ اِس سے اختلاف بھی کر سکتے ہیں۔ دوسرا کوئی اِس کے خلاف سوچ بھی سکتا ہے۔

میری ایک چھوٹی سی کتاب ہے اُس میں مَیں نے پُوری دُنیا کی ایک سروے رپورٹ بھی مرتب کر دی۔ روزنامچہ سا "غبارِ راہ"۔ مَیں جہاں جہاں سے گزرا جو جو مَیں نے دیکھا جو جو مَیں نے فیل FEEL کیا مَیں نے اُس کے اندر سمو دیا تو بلیک اینڈ وائٹ میں مَیں نے تجزیہ کیا ہے کہ اِس ساری بربادی کا جو بنیادی سبب ہے وہ مولوی اور پیران دو کا ہے۔ لیکن اس کا ہمارے پاس حل کیا ہے۔ کیا ہم اُسے کان سے پکڑ کر پیر کو درگاہ سے اُٹھا سکتے ہیں۔ نہیں کر سکتے کیا آپ مولوی کو کان سے پکڑ کر مسجد سے نکال سکتے ہیں۔ THAT'S VERY MUCH IMPOSSIBLE - تو پھر کیا کریں گے آپ؟ میرے پاس اِس کا جواب ہے کہ ہمیں اِن کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے۔ مذہبی معلومات کے سلسلے میں ہر مسلمان جو انگریزی پڑھ سکتا ہے، سائنس پڑھ سکتا ہے۔ یاجنی

پڑھ سکتا ہے MATH پڑھ سکتا ہے۔ بے شمار مضامین جدید سائنس کو پڑھتا ہے۔ میڈیکل کو پڑھ سکتا ہے۔ اتنا کچھ پڑھ سکتا ہے تو وہ یہ نہیں پڑھ سکتا کہ WHAT ISLAM IS? اس کے لیے وہ کیوں اُن پر بیٹھا ہے۔ آپ آرمی میں ہیں آپ نے اب جائن کی اور آپ اپنی سروس کو پوری کرنے میں دُنیا پہ کتنی کوشش کریں گے آپ۔ اپنے سینئرز سے پوچھیں اُن کی عمر بیت گئی کوشش کرتے۔ اتنا کچھ انہوں نے سیکھا تو کیوں یہ نہیں سیکھ سکتے کہ اسلام کیا ہے۔ اِس کی بنیادی ضروریات اور معلومات کیا ہیں اور یہ خود اذان کہیں یہ خود جماعت کرائیں یا خود حرام حلال کو سمجھ لیں، یہ خود جائز ناجائز کو جانتے ہوں پاک ناپاک جانتے ہوں تو یہ جو ایک بن گیا ہے نا برہمنوں کی طرح ایک منا پلی سی بن گئی ہے مولوی اور پیر کی کہ اسلام وہ ہے جو مولوی بتائے آپ اِس سرکل سے نکلیں نا۔

تو اسلام تو ہے ہر آدمی کا معاملہ رب العالمین کے ساتھ دو حق جو ہیں ہر انسان کو اللہ نے دیئے ہیں اسلام اُن کو قبول کرتا ہے۔

ایک زندہ رہنے کا کہ آپ بغیر اللہ کے حکم کے کسی کی جان نہیں لے سکتے کسی کو آپ جان دے نہیں سکتے جو دے نہیں سکتے تو لینا بھی آپ کو زیب نہیں دیتا تو فرمایا۔

اگر کوئی ایک انسان کو قتل کرتا ہے ظلماً تو فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۔ تو وہ ذمّہ دار انسانیت کے قتل کا ہے۔ ایک فرد کا نہیں۔ یعنی جیسے آپ پیپل کی ٹہنی کاٹتے ہیں تو تو وہ آپ سے جواب یہ لیتے ہیں کہ آپ نے ہمارا پیپل توڑا کیونکہ وہ تو اُسی کا پارٹ ہے نا۔ اللہ کریم نے فرمایا ایک آدمی کو اگر کوئی اپنی پسند سے یا ظلماً قتل کرتا ہے تو اُس نے انسانیت کو قتل کیا فرد کو نہیں جرم اُس سے اتنا ہوا۔ دوسرا ہے عقیدے کا۔ اللہ نے آزادی ہے اگر زبردستی منوانا ہوتا تو وہ خود منواتا جو پیدا ہوتا وہ کلمہ پڑھتا اُس نے فرمایا نہیں اس نے ITS UPON YOUR CHOICE اگر تم دُنیا میں کھونا چاہتے ہو۔ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ دونوں راستے سامنے ہیں۔ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۔ جو تم کرنا چاہتے ہو شکر کرنا چاہتے ہو آجاؤ کفر کر کے دیکھنا چاہتے ہو کر کے دیکھ لو تو ہیں اور آپ لے کر لٹھ کے کسی کے پیچھے کیوں پڑ جائیں کہ تم یہی عقیدہ رکھو ہیں اور آپ کسی پر گولی کیوں چلائیں کہ یہ سُنّی ہے یہ وہابی ہے یہ شیعہ ہے یہ فلانا ہے یہ فلاں ہے۔ LET HIM DO WHAT HE WANTS TO DO. IF YOU DON'T LIKE. آپ وہاں سے ہٹ جائیں آپ کو پسند نہیں ہے آپ چھوڑ دیں وہ کرے اپنا کرے تو یہ تب پیدا ہوتا ہے جب اسلام کو آپ خود سمجھ رہے ہوں۔ جب اسلام آپ نے دوسرے سے سمجھتا ہے تو وہ آپ سے کہے گا کہ اسے گولی مارنا ہے۔ اسلام ہے اب آپ کے پاس تو نالج نہیں ہے کہ اسلام کیا ہے کیا نہیں ہے تو آپ گولی چلائیں گے آپ بندے کو مارنے کے لیے نہیں آپ FULFIL THE ISLAMIC DUTIES

آپ جو یہ فائر کر رہے ہیں تو آپ کو پیچھے سے آپ کو مولوی یا پیر نے کہا کہ اس پر گولی چلا دیں۔ آپ دیکھیں جنگوں میں کافر قید ہوتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہتے ہیں اُن پر پابندی نہیں لگتی یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ یا اپنے بُت نہیں پُوجو یا اپنے بزرگوں کی پرستش نہیں کرو۔ کوئی نہیں لگاتا یہ اُن کا حق ہے۔ آپ کا حق ہے۔ آپ نے میدانِ جنگ میں انہیں ARREST کیا دوسری قومیں وہاں کچل دیتی ہیں تباہ کر دیتی ہیں۔ اسلام نے کہا نہیں اِس کی آزادی سلب کر لو انہیں کُچلا نہ جائے۔ اُنہیں موقع دو زندہ رہنے کا۔ شاید یہ سُدھر جائیں تو آپ اُنہیں غلام بنا لیتے ہیں لیکن اُن کا مذہب نہیں چھین سکتے۔ زبردستی اُنہیں مسلمان نہیں کر سکتے تو مدینہ منورہ میں رہ کر جب کافر اپنے کفر کی پریکٹس کر سکتا ہے تو ہمارے گاؤں میں ہم سے کسی نے اختلاف کر لیا تو تمہیں کیا ضرورت ہے اُن پر گولی

چلانے کی اگر یہ چیز درمیان سے ہٹ جائے تو جو غلط فہمی کر رہا ہے۔ شاید وہ بھی کل سوچے کہ میں کیوں غلط کر رہا ہوں جب مجھے کچھ کرنا ہی ہے تو صحیح کیوں نہ کر دوں لیکن جب گولی چلے گی تو غلط صحیح سے نکل جائے گا اُس کی اور آپ کی تسلی ہو گی یہ آدمی کہتا ہے اُدھر چلو مجھے اُدھر جانا ہے۔

سوال :- جب اسلام ایک ہے تو ہر مسلمان شافعی مالکی یا حنبلی کیوں کہلاتے ہیں۔ اس اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟

جواب :- نہیں شافعی، مالکی، حنبلی میں ڈفرنس ہے ہی نہیں۔ اجتہاد میں تو کوئی اختلاف ہے ہی نہیں۔ اجتہاد میں صرف اتنا اختلاف ہے کہ ایک کام کو کرنے کے دو یا تین طریقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رائج ہیں۔ اب اُس میں اختلاف یہ ہے کہ ان دو تین میں سے زیادہ مناسب یا زیادہ بہتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو پسند فرمایا جیسے آمین ہے آمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے بھی کہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے خاموشی سے بھی کہی ہے۔ اب ائمہ میں سے ایک کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند بلند بلند آواز سے کہنا تھا۔ ہم بلند آواز سے کہیں گے۔ یہ اُس کی اپنی ہے تحقیق دُوسرے کی تحقیق یہ ہے کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے کہی ہے تم کہو یہ غلط نہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آہستہ آواز سے تھی ہم آہستہ کہیں گے۔ یہ تو اختلاف نہ ہُوا۔ اب جو رفع یدین کرتے ہیں مالکی بھی کرتے ہیں اور یہ کرتے ہیں غیر مقلد حضرات بھی، ہم نہیں کرتے۔ ہم یہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو حکم دیا ہے تکبیر پر ہاتھ اٹھائے جائیں یہ صرف تکبیر اولیٰ کے اُوپر ہیں کہ جب شروع کرو تو جو اللہ اکبر کہو اُس پر ہاتھ اٹھاؤ تو ہم اُٹھاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نہیں جی THIS IS A SIMPLE ORDER WE SHOULD RAISE THE HAND... ON TAKBIR تو تکبیر پر ہاتھ اُٹھائے جائیں تو ہم کہتے ہیں اگر نہیں یہ مفہوم پسند ہے تم ہر تکبیر پہ اٹھاؤ اس میں لڑنے کی کونسی بات ہے یعنی بنیاد تو ہے کہ حکم موجود ہے تکبیر پہ ہاتھ اٹھاؤ اب ہماری تحقیق یہ ہے پہلی تکبیر جب ہم نماز شروع کرتے ہیں اُس پر ہاتھ اٹھاؤ اور حکم کی تعمیل ہو جائے گی THAT'S ALL اُن کی تحقیق یہ ہے کہ نہیں جہاں بھی اللہ اکبر کہو ہاتھ اُٹھاؤ تو ٹھیک ہے۔ بھائی حکم کی بنیاد موجود ہے۔ اپنی اپنی سمجھ یا اپنی اپنی تحقیق ہے، اپنا اپنا شعور ہے تو یہ اختلاف تو نہ ہُوا۔ اِس پر لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو اختلاف ہے دو باتوں کا ایک کھانے کے اور ایک گانے بجانے کے NOTHING ELSE اور کوئی اختلاف نہیں پورے اِس سارے سیلاب کا تجزیہ کریں نا آپ تو INCOME BASE ہیں آپ کو کھانا ملے گا اور کس کو کدھر سے ہوتی ہے۔ یار میں نے شیعہ اور سُنی مولویوں کو دیکھا ہے جب ایک گاؤں میں دو مختلف جلسوں سے آ کر کسی ریلوے سٹیشن پر بیٹھے ہوتے ہیں تو آپس میں بیٹھ کر حساب کر رہے ہوتے ہیں کہ مجھے کتنے ملے تجھے کتنے ملے وہاں لڑا کر آتے ہیں لوگوں کو کہ وہ کافر ہے اُسے قتل کر دو۔ یہ کافر ہے اِس کا گھر جلا دو۔ لیکن وہی میں نے خود دیکھے ہیں۔ جس زمانے میں یہ بسیں نہیں تھیں تو میں نے خود EYE WITNESS کہ وہ ریلوے سٹیشن کے بنچ پر بیٹھے ہوئے حساب کر رہے ہوتے ہیں کہ مجھے اتنے پیسے ملے تمہیں کتنے ملے مجھے تو یار اتنے ملے۔

تو ہمارے علاقے کا ایک شیعہ مناظر تھا۔ فیض بخش نام تھا۔ اُس کا بہت معروف تھا اُس وقت دہلی کے قریب کچھ لوگ تھے یہاں کے۔ وہ گئے تو وہ مسجد بھی دیو بندیوں کی بڑے اُس میں دھڑلے سے تقریر کر رہا تھا۔ جانتے تھے۔ آخر مذہب تو وہی ہے۔ تو بعد میں جب اکیلا اُنہیں ملا تو انہوں نے کہا تُو تو شیعہ کا لیڈر و مناظر اور مانا ہُوا آدمی ہے یہ دیو بندی ہیں اُس نے کہا یہاں شیعہ کوئی تھا نہیں مسجد دیو بندیوں کی تھی۔ میں نے کہا اِن سے بھی کچھ لے لو گیا

فرق پڑتا ہے۔ چار مسئلے اِدھر بتا دیئے۔
جھگڑا سارا یار اِس بات کا ہے۔ اگر آدمی اِس سے تھوڑا سا اُوپر ہو جائے تو کوئی جھگڑا نہیں رہتا۔ اور اسلام جو ہے وہ اِن چیزوں سے بالاتر ہے۔ آپ ہر آدمی کو اگر کچھ سکھائیں ہمارے بچے جتنا کچھ پڑھتے ہیں۔ مَیں نے کہا تھا میرے خیال میں تیسری چوتھی گورنمنٹ سے مَیں کہتا آیا ہوں کہ یار خدا کے لیے اِس ملک پر رحم کرو اور مذہب کو سکول کے سلیبس میں نہ ڈالو۔ LET EVERY-BODY KNOW WHAT THE ISLAM IS.. لیکن شاید یہ حکمرانوں کو بات راس نہیں آتی اُنہیں بھی اِن اختلاف میں اور شور شرابے میں کچھ سکون ملتا ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے انگیج ENGAGE رہتے ہیں، از رہ وہ فارغ رہتے ہیں۔ کہ اگر یہ چیزیں ختم ہو جائیں تو سارے پوچھنے لگ جائیں۔ جن ملکوں میں یہ فساد نہیں ہیں تو وہاں ہر آدمی منسٹر کو پرائم منسٹر کو پکڑ کر کھڑا ہوتا ہے کہ بتاؤ بھئی کیا کر رہے ہو۔ تو شاید یہ جو ہمارے برسرِاقتدار لوگ ہیں یہ بچنے کے لیے اِس طرف نہیں آتے۔ تو ہم نے سب کو کہہ کہہ کر

پچھلے تیسرے چوتھے سال سے ایک تجربہ شروع کیا ہے۔
- TENTH, NINTH, EIGHTH تک۔ بی اے تک سلیبس ترتیب دیا ہے۔ کہ جو بچہ تین سال ہمارے پاس دسویں کا امتحان دے جائے کم از کم روزمرہ کی زندگی میں مولوی کی ضرورت نہیں رہتی WITH THE SCHOOL SYLEBUS اور بی۔اے تک جائیں گے تو انہیں تفسیر اور حدیث میں اتنا ملکہ ہو گا کہ مولوی کی جگہ پر سکیں گے اُس کے ساتھ THEY ARE THE MAN OF SKILL لیکن اِس کے ساتھ ان اداروں نے ہمیں اتنا مفلوج کیا کہ ہر شہر میں سینکڑوں مدرسے ہیں۔ ہر مدرسے میں سینکڑوں طالب علم ہیں لاکھوں لوگ جاتے ہیں۔ WHAT IS THE OUTPUT OF THESE MADARIS, THESE SCHOOLS آپ کے پاس آؤٹ پٹ کیا ہے۔ دینی مدرسوں کی کوئی ہے؟ آپ کے پاس آرمی میں آپ کے پاس کوئی پولیس میں آپ کے پاس معاشرے میں کوئی دوکاندار، ڈرائیور یا کوئی تانگہ کوئی کوچوان یا کوئی ہے تو یہ لوگ کہاں جاتے ہیں۔ آپ کسی سکول کی OUT PUT دیکھیں آپ کو کہیں نہ کہیں تو ملیں گے۔ آرمی میں ملے گی پولیس میں ملے گی، بازار میں ملے گی کاروبار میں ملے گی یہ تو واقعی وہی جو جاتا ہے مدرسے میں ساری عمر کے لیے غرق ہو جاتا ہے THEY NEVER COME OUT TO THE-FIELD اِس آج کے زمانے میں بھی وہ فیلڈ کو سمجھتے نہیں ہیں کیا بلا ہے۔ ہماری ضرورت ہے کیا کرنا ہے تو یہ جب تک عام نہیں ہو گی۔

مَیں نیروبی گیا افریقہ میں وہ ہم سے بعد میں SIXTY THREE میں آزاد ہوئے۔ عیسائی گورنمنٹ ہے۔ وہاں کوئی THIRTY FIVE پرسنٹ کرسچین ہیں وہاں اور اتنے ہی مسلمان بھی ہیں باقی OTHER NATIONS ہیں لیکن گورنمنٹ عیسائیوں کی ہے۔ انگریزوں نے بھی چھوڑا اُسے عیسائیوں کی گورنمنٹ ہے عیسائی ہونے کے باوجود انہوں کا مذہب جو ہے

تین انہوں نے رکھے ہیں۔ عیسائی، اسلام اور آدرز۔ ہر طالب علم کے لیے تین میں سے ایک کو رکھنا کمپلسری ہے مسلمان ہے تو اسلام کو رکھے گا۔ عیسائی ہے تو عیسائیت کو رکھے گا۔ مسلمان ہے نہ عیسائی اور کسی فرقے کا ہے تو اور۔ افلاس کا میرے بھائی وہاں یہ حال ہے۔ کہ نیروبی جو اُن کا دارالخلافہ ہے یہاں آپ ایک طبقہ وہ دیکھیں گے گھر کے پانچ آدمی ہیں گاڑیاں سات کھڑی ہیں کہ سات کو کیا کریں گے ایک خراب بھی ہو سکتی ہے اُس کے علاوہ جو دوسرا طبقہ ہے۔ اُن کے پاس گاڑی کا تصور چھوڑ دو، گھر کا تصور بھی چھوڑ دو اُن کے پاس پورا لباس نہیں ہو گا۔ جوتے تو ہوں گے نہیں سر سے سارے سر تا پاؤں ننگے ہوں گے۔ ۹۹٪ لوگوں کے سر اور پاؤں ننگے ہوں گے اور تنگ سی پتلون اور قمیض وہ بھی جو یورپ سے جاتے ہیں سیکنڈ ہینڈ وہ انہوں نے پہنے ہوئے ہوں گے

لیکن کوئی چوری نہیں کرتا کوئی پولیس پرابلم نہیں ہوتا صرف اس لیے کہ وہ لوگ مذہب پڑھتے ہیں۔ وہ بھوک برداشت کرتے ہیں۔ چوری نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ہر آدمی میٹرک تک اُنہیں لازم پڑھنا پڑھتا ہے۔ جب وہ پڑھتے ہیں مذہب کو خود جانتے ہوتے ہیں تو عمل کرنا آسان ہوتا ہے۔ تو اللہ کرے یہاں بھی کوئی ایسی صورت بن جائے۔

سوال :۔ مرنے کے بعد کون کہاں جائے گا؟

جواب :۔ آپ بڑے دُور چلے گئے پہلے اِس زندگی کو تو لیں بڑی سادہ سی ہے۔ بعد الموت تو کوئی اُلجھن ہے ہی نہیں اگر IF THE LIFE IS STRAIGHT NO PROBLEM موت کوئی زندگی کے خاتمے کا نام نہیں ہے۔ THIS IS THE PROCESS OF LIFE ONE HAS TO GO THROUGH کہ وہ دنیا میں آیا۔ دُنیا میں وہ زندگی کس طرح سے گزارتا ہے۔ کیٹیگرائز ہو گئی اب جس کیٹیگری کا آدمی ہے موت کے بعد اپنی کیٹیگری میں چلا جائے گا۔

HE IS NOTHING TO DO, HE HAS TO FACE SOMETHING اُس میں کوئی اختلاف نہیں اُس کو رات کو عذاب ہوتا ہے دن کو نہیں ہوتا۔ کوئی کہے یہاں نہیں ہوتا وہاں ہوتا ہے۔ زمین پر نہیں ہوتا آسمان پر کیوں ہوتا ہے۔ بھئی کہیں ہو کہاں ہو چھوڑو اِس جھگڑے کو لیکن یہ بات تو برخوردار طے شدہ ہے کہ موت زندگی کے نتائج کا نام ہے تو ہم اُس پر وقت لگانے کے بجائے زندگی پر کیوں نہ لگائیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا رینک جو ہے یہ آپ کی کارکردگی پر ہے تو آپ رینک پر بحث کرتے رہیں کہ میجر کے الاؤنسز کیا ہوتے ہیں۔ جرنیل کو کیا ملتا ہے۔ اُس کو چھیڑنے کے بجائے WHY DON'T YOU DO YOUR DUTY آپ اپنا کام کریں۔ جب آپ جرنیل بن جائیں پھر دیکھا جائے گا۔ جرنیل کو کیا ملتا ہے تو میرے خیال میں یہ الجھاؤ پیدا کیے گئے ہیں۔

سوال :۔ کیا ایصالِ ثواب درست ہے؟

جواب :۔ میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ جو عمل ہے نا اللہ کے نزدیک یہ ہماری بیلنس شیٹ ہے۔ ہر وہ کام جو آپ شریعت کے مطابق کرتے ہیں۔ آپ قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ روزہ رکھتے ہیں، آپ نماز پڑھتے ہیں۔ اِس میں دو طرح کے عمل ہیں ایک وہ ہے جو آپ پہ فرض ہے۔ ظہر کی نماز پڑھی آپ پر فرض تھی۔ اب ہم ظہر پڑھیں گے تو یہ کہیں کہ یہ جو ہم نے نماز پڑھی ہے اِس کا ثواب میں فلاں کو دیتا ہوں یہ درست نہیں ہے۔ یہ تو میری ڈیوٹی تھی لیکن ڈیوٹی تھی فرض اب اُس کے بعد میں نفلیں پڑھیں تو وہ میں نے اوور ٹائم لگایا میں تلاوت کرتا ہوں میں نے اوور ٹائم لگایا وہ میرا بیلنس بن رہا ہے جس طرح میں بنک کو چیک دے کر کہ میرا یہ بیلنس فلاں کو دے دو۔ اِس لیے میں اللہ سے بھی دُعا کر سکتا ہوں کہ یہ نیکی جو کی ہے میرے بیلنس میں زندہ کو یا مُردہ کو دے دوں۔ اِس میں مُردہ کی بھی قید نہیں ہے۔ آپ کس کو دینا چاہتے ہیں زندہ ہے یا مُردہ اُس کی کوئی قید نہیں اِس دُنیا میں ہے یا نہیں چونکہ اللہ نے پہنچانی ہے نا یہ تو آپ کا پرابلم نہیں ہے۔ YOU HAVE TO REQUEST ONLY مُردہ ہے تو میرے اور آپ کے لیے ہے اللہ کے لیے تو نہیں ہے۔ تو اس میں کوئی الجھاؤ کی بات نہیں ہے بڑا سادہ سا اصول ہے کہ ایصالِ ثواب درست ہے لیکن اُس کے لیے آپ ثواب کمائیں۔ آپ رمضان کا روزہ رکھتے ہیں کہتے ہیں اس کا ثواب میں فلاں کو بخش دوں یہ کیسے بخشو گے۔ یہ تو آپ پر فرض تھا۔ لیکن اس کے علاوہ آپ روزے رکھتے ہیں یہ تو میرا بیلنس بڑھ گیا۔ میں اپنے والد کو دیتا ہوں دے دو وہ زندہ ہے ٹھیک ہے دے دو۔

شاہد عدل و ایمان

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ایک منصب عالی اِس طرح بیان ہو رہا ہے فرمایا: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے اب یہ شہادت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہد ہونا کیسا ہے۔ مختلف لوگوں نے مختلف انداز سے اس کی توجیہات کی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ بہتر توجیہہ یہ ہے کہ انسان زندگی بھر میں جو سوچتا ہے جو عمل کرتا ہے وہ دو طرح سے تقسیم کیا جا سکتا ہے اُس کی تقسیم کا ایک حصہ اُن اعمال اُن عقائد اُن نظریات کا ہے جو اللہ کی مرضی کے مطابق اللہ کی اطاعت ہیں اللہ کی تابع داری اور فرمانبرداری ہیں۔ دوسرا حصہ انسانی اعمال اور کردار کا وہ ہے جو شیطان کی اتباع پر مشتمل ہے اور اللہ کی نافرمانی ہے۔ اَب اِن دونوں میں تمیز کیسے ہو گی۔ کونسا عمل اللہ کی اطاعت ہے اور کونسا عمل شیطان کے پیچھے چلنے کے مترادف ہے۔ چونکہ قرآن حکیم نے کوئی تیسرا راستہ نہیں بتایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً۔ اے ایمان والو پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ یعنی اسلام سے باہر جو قدم بھی ہو گا وہ شیطان کے نقش قدم پر ہو گا۔

اور اسلام کی شہادت کیسے ہو یہ کس طرح سے پتہ چلے کہ ہمارا یہ کام عین اسلام ہے یہ اللہ کی مرضیات کے مطابق ہے یہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے تو اس کام پر شہادت ہو گی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ میدانِ حشر میں اگر یہ سوال پیش آجائے کہ جس کام کو آپ اطاعتِ الٰہی کہتے ہیں اِس کا ثبوت کیا ہے آپ کے پاس تو آج اگر ہم یہی سوال اپنے آپ سے کریں کہ جسے ہم اللہ کی اطاعت کہتے ہیں اِس کی کیا دلیل ہے ہمارے پاس۔ تو سوائے اِس کے نہ آج کوئی دلیل ہے نہ میدانِ حشر میں کہ اِس کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی اطاعت قرار دیا ہے۔ اِس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے۔

اِس آیہ مبارکہ سے یا اِس قسم کی ملتی جلتی آیہ مبارکہ سے کہ اِس لفظ شاہد یا شہادت سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ہر حال میں ہر عمل پر ہر جگہ حاضر ناظر ہوتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ سارے تکلفات ہیں ہر وقت ہر لمحہ ہر حال میں ہر جگہ ہر آن ہر شے پر حاضر ہونا یہ اللہ جل شانہٗ کی ذات کا وصف ہے۔ وہ اپنی ذات میں بھی اکیلا ہے اور اپنے اوصاف میں بھی اکیلا ہے۔ اُس کی ذات میں کوئی ہستی اُس کی شریک نہیں۔ اِسی طرح اُس کے اوصاف بھی مخلوق کی رسائی سے بالاتر ہیں وہ ایسا قادر ہے کہ چاہے تو ایک آن میں ساری کائنات ایک آدمی پہ منکشف کر دے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ چاہے تو ایک چھوٹی سی بات کو پس پردہ کر دے کہ اُسے کوئی نہ دیکھ سکے۔

حضرت یعقوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف

کے بچپن میں بتا دیا کہ اِسے دُنیا کی سلطنت بھی ملے گی اور نبوّت بھی اُس کے پاس ہو گی۔ جیسے انہوں نے خواب دیکھا تو اُس کی تعبیر حضرت یعقوب علیہ السّلام نے یہی فرمائی اور پھر جب اُن میں جُدائی ڈال دی تو برسوں بیت گئے۔ نصف صدی کے لگ بھگ اُنہیں کوئی پتہ نہیں تھا یوسف علیہ السّلام کہاں ہے جیل میں ہے بازار میں ہے کنوئیں میں ہے کہاں ہے اور اُسی اپنے شہر کے باہر ویرانے کنوئیں میں یوسف علیہ السّلام پڑے ہوئے تھے۔ یعقوب علیہ السّلام کو کوئی پتہ نہیں تھا کہ کنوئیں میں ہے۔ نصف صدی گزرنے کے بعد تو جب اللہ کریم نے ملاقات کروانا چاہی کتاب اللہ میں موجود ہے کہ جب وہ یوسف علیہ السّلام کا قافلہ مصر سے روانہ ہُوا تو اُنہوں نے کنعان میں کہا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ۔ آج مجھے یوسف علیہ السّلام کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ کہا گیا ہے نا

کسے پرسید آں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی
چرا در چاہے کنعانش ندیدی

کہ آپ نے مصر سے نکلنے والے پیراہن یوسف علیہ السّلام کی خوشبو سونگھ لی تو یہاں دو ڈھائی تین میل کے فاصلے پر اپنے کنعان کے کنوئیں میں یوسف علیہ السّلام پڑا رہا تو اُس کا کیوں پتہ نہ چلا؟

بگفتہ احوال ما برقِ جہاں است
دم پیدا دم دیدہ جہاں است

اُنھوں نے کہا کہ ہمارا حال تو آسمانی بجلی کی طرح ہوتا ہے کبھی چمکتی ہے تو ہر ذرّہ روشن کر دیتی ہے کبھی غیب ہوتی ہے تو پتہ نہیں چلتا کہاں سے آئی ہے۔

گہ بر طارم اعلٰے نشینے۔ ایک لمحہ آتا ہے کہ عرشِ علٰی بھی نگاہوں میں ہوتا ہے۔ گہ بر پشت پائے خود نبینے۔ کوئی ایسا لمحہ آتا ہے کہ اپنے پاؤں کی پُشت بھی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ جو ہر وقت نگاہ کے سامنے رہنے والی جگہ ہے اُس پہ بھی نگاہ نہیں پڑتی جب اللہ چاہے کسی بات کو پردے میں رکھنا چاہے تو وہ قادر ہے۔

لیکن اللہ کی ذات ایسی ہے کہ ہر آن ہر لمحہ ہر جگہ کوئی چیز کسی آن اُس سے پوشیدہ نہیں نہ اُس سے کوئی چھپا سکتا ہے نہ اُسے بتانے میں نہ اپنے جاننے میں کسی کا محتاج ہے۔

تو شاہد کی اصل تعبیر یہ ہے کہ ہر عقیدہ اور ہر عمل صرف ایک ہستی کی شہادت سے اللہ کی اطاعت شمار ہو گا اور وہ شہادت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی ہمارے پاس ہمارے توحیدِ باری کے عقائد ہمارے پاس اللہ کی کتاب کی دلیل ہمارے پاس تمام عبادات و نیکیوں کی نیکی ہونے کی دلیل صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شہادت ہے۔ قرآن حکیم میں ملتا ہے

جب ہر اُمّت سے شہادت لی جائے گی۔ اُن سب پر آپ کی گواہی ہو گی صلی اللہ علیہ وسلّم۔ جس کی صورت مفسّرین کرام کے نزدیک یہی ہے کہ اُمم سابقہ کفر پر جن کے ناتے ہوئے انکار کر دیں گے میدانِ حشر میں کہ اللہ تیرے نبی نے ہمیں یہ بات نہیں بتائی تھی جو آج سامنے آئی ہے اِس طرح سے ہمیں بتاتا ہم ایمان نہ لے آتے؟ ہمیں یہ بات ہی نہیں بتائی گئی۔ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام پہ بات آئے گی کہ آپ فرمائیے آپ کی اُمّت کیا کہتی ہے تو وہ کہیں گے یا اللہ ہم نے اِسے بتایا تھا کون شہادت دے گا آپ فرمائیں گے اُمّتِ محمدیہ سے پوچھ لیجئے اُن لوگوں کو علم ہے۔ اِس اُمّت سے پوچھا جائے گا یہ شہادت دیں گے کہ یا اللہ نبیوں علیہم الصّلوٰۃ والسّلام نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ سوال پیدا ہو گا کہ تمہیں کس نے بتایا وہ تو پہلے گزر گئے تم کیسے شہادت دیتے ہو تو ہمارے پاس اللہ بڑی ٹھوس شہادت ہے ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم نے کتاب دی اور بتایا کہ یہ اللہ کا فرمان ہے۔ اللہ کی کتاب ہے اللہ کی

باتیں ہیں اور اُس کتاب میں تُو نے ہی ہمیں بتایا کہ میرے نبیوں نے کس طرح سے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔ تو گویا پھر ساری شہادت اُسی مقام پہ پہنچے گی کہ سب باتوں کی تصدیق خواہ وہ پہلے ہوئی یا پچھلے اُس کی تصدیق ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصبِ عالی ہے۔ فرمایا

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا گواہ بنا کر بھیجا ہے جو ساری کائنات پر حق و باطل پہ تو شاہدِ عدل ہے اور جسے خود کسی دُوسرے کی گواہی کی ضرورت نہیں وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کی گواہی دینے کے لیے اللہ فرماتے ہیں مَیں کافی ہوں کسی دوسرے کی شہادت کی احتیاج نہیں ہے اور اِس کے ساتھ

وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب عالی یہ ہے کہ بشارت دیں، خوشخبری سُنائیں۔ اللہ کی اطاعت پہ مرتب ہونے والے انعامات سے آگاہ فرمائیں۔

وَنَذِيْرًا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب عالی یہ ہے کہ جو کام آج کرتے ہیں ہم اور اُس میں آج جو نقصان ہے اُس کے متعلق بھی اور جو دائمی اور ابدی زندگی میں یہاں سے بعد کے عالم میں برزخ میں یا میدانِ حشر میں یا آخرت میں جو نقصان ہو گا اُس کے متعلق بھی آج اطلاع دے دیں۔ اور اِس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے کہ کسی انسان کو اِس اقدام سے کما حقہٗ آگاہ کر دیا جائے جو اِس کے لیے نقصان دہ ہے یا مُضر ہے۔

تو نذیر کا معنیٰ جو ڈر لکھا جاتا ہے یہ ڈر اِس کے معنے کو صحیح طرح سے ادا نہیں کرتا ڈر تو کئی طرح سے ہوتا ہے ڈاکو کا بھی ڈر ہوتا ہے کسی درندے کا بھی ڈر ہوتا ہے وہ اُسی طرح ڈر جو ہیں اُنہیں عربی میں خوف کہتے ہیں۔ انذار ہوتا ہے کسی نقصان سے بروقت متنبہ کر دینا اطلاع دے دینا کہ اگر یہ دوائی تم نے کھائی تو اِس میں زہر ہے مر جاؤ گے اگر تم نے یہ پانی پیا تو یہ مضر ہے صحت کے لیے بیمار پڑ جاؤ گے۔ اب یہ جو اطلاع دینا ہے اِسے عربی میں انذار کہتے ہیں اور اُردو والوں نے اِس کا ترجمہ ڈرانا کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ڈرانا نہیں ہے بلکہ بروقت اُس فرد کی ہمدردی میں اور اُسے شفقت کرتے ہوئے اُسے اُس کے اُس نقصان پر متنبہ کرنا ہے جو اُس کے عمل کے نتیجہ میں آئندہ اُس کے سامنے آ رہا ہے۔ جسے وہ از خود تو تب واقف ہو گا جب عمل کا وقت گزر چکا ہو گا۔ لیکن بروقت اطلاع سے اُس کی تلافی کر سکتا ہے۔ اِس سے توبہ کر کے واپس آ سکے۔ تو فرمایا آپ کو بھیجا ہی ہے گواہ، بشارت دینے والا اور نقصان اور اندیشہ ہائے نقصان سے بروقت متنبہ فرمانے والا اِس لیے لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ لوگوں کو اللہ سے ایمان نصیب ہو اور وَرَسُوْلِهٖ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ایمان کیا ہے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط ایمان نِرے دعوے کا نام نہیں ہے ایمان اُس عملی زندگی کا نام ہے جس میں سے عظمتِ الٰہی بھی ہویدا ہو اور عظمتِ رسالت و نبوّت کا پتہ بھی ملتا ہو۔ عملی زندگی میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت و توقیر کی جائے اُن کی نافرمانی نہ کی جائے۔ ہر ہر عمل میں ہر ہر قدم پر اُن کی اطاعت کا حق ادا کیا جائے اور انسان کا عمل اور اُس کا کردار یہ بتائے کہ یہ شخص خلوصِ قلب سے احترام کرتا ہے اللہ کے احکام کا یہ احترام کرتا ہے۔ اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے متعلق سوچنا ہی گوارا نہیں کرتا۔

اور اِس کیفیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے اگر اللہ جلّ شانہٗ کا اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر احترام نصیب ہو جائے تو پھر اُس پر پھل یہ مرتب ہوتا ہے۔ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ذکر کر دوام نصیب ہو جاتا ہے۔ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا کا معنیٰ ایک انگریزی لفظ سے خوب سمجھ میں آتا ہے جسے کہتے ہیں ROUND THE CLOCK اِس سے مراد صرف صبح شام نہیں ہوتی کہ ایک دفعہ

صبح ایک دفعہ شام بلکہ بکرۃً وّ اصیلاً سے مراد ہوتی ہے دن رات صبح و شام ہر آن ROUND THE CLOCK ہر وقت۔ اِس قانون کو لے کر صوفیاء نے یہ طریق اپنایا ہے کہ اللہ کا حکم ہے میرا ذکر کرو۔ قرآن حکیم میں ہے اگر ذکر کو ہم دوام دے دیں۔ اگر ہم یہ مجاہدہ کریں کہ ہر آن ہر لمحے ذکر کرتے رہیں تو ذکر چونکہ اطاعت الٰہی توقیر احکام الٰہی اور تعظیم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا پھل ہے پھل بیج بھی ہوتا ہے اگر اِس پھل کو دِل کی سرزمین میں اِس طرح بویا جائے کہ ہر وقت اِس کی نگہداشت ہوتی رہے تو اِس سے جو پودا پھوٹے گا وہ پھر اطاعتِ الٰہی اور عظمتِ الٰہی اور عظمتِ رسالت ہی سے متعلق اور وہی درخت ہو گا جس پر ذکر ہی کا پھل لگے گا۔ یہ جو ذکر اذکار کئے جاتے ہیں اِس سے مراد یہی ہوتا ہے کہ وہ توفیق ارزاں ہو جائے جو اللہ کے نزدیک کردار کو پسندیدہ بنا دے اللہ کے نزدیک ہمارے عقائد کو اس کے حکم کے مطابق بنا دے۔

اللہ کے ذکر سے یہ توقع رکھنا کہ اِس سے میری شہرت ہو گی یا اِس سے مجھے لوگ پارسا سمجھیں گے یا اِس سے مَیں بزرگ اور پیر بن جاؤں گا یا اِس سے مَیں دُنیا کما لوں گا یہ بہت بڑی حماقت ہے۔ اِن سب کاموں کے لیے یا جھُوٹ بولنے کے لیے یا فریب کرنے کے لیے اور بہت سے طریقے ہیں۔ کم از کم اللہ کے نام کو اللہ کے دین کو۔ اور اِس کی بُنیاد اِسی بات پر ہے کہ اللہ کی اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اللہ کے حکم کی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعظیم بھی ہو توقیر بھی ہو اور اللہ کے نام کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنا لینا تو یہ تعظیم تو نہیں ہے یہ توہین ہے۔ تو کتنی بڑی گستاخی ہے کتنی بڑی توہین ہے اور آدمی یہ نہ سوچے کہ خواہشات سے مراد کسی سے مال لینا ہی ہے یا کسی کو نقصان پہنچانا ہی ہے مال لینے سے بھی زیادہ نقصان دہ چیز ہوتی ہے۔ جب انسان کے اپنے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ لوگ مجھے بڑا نیک اور پارسا سمجھیں تو اب ذکر تو کرتا ہے اللہ کا اور عظمت چاہیئے اُس کی ذات کے لیے تو یہ اُس کی جگہ۔ اپنے آپ کو لے آیا اپنی عظمت کا طالب ہو گیا اللہ کے ذکر کے سبب تو سارا معاملہ ہی اُلٹ گیا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ

اُن لوگوں میں چلا گیا جنہوں نے آخرت کو دے کر اُس کے بدلے دُنیا کی شہرت لے لی۔

تو ذکر اذکار کے معاملے میں اِس بات پر خصوصی نگاہ رکھنا پڑتی ہے اپنے آپ کو ہر وقت جانچنا پڑتا ہے بلکہ اِس سارے عمل سے کیا مَیں اپنے آپ کو لوگوں پر بہت اچھا یا بہت مقدس بہت بزرگ انسان ثابت کرنا چاہتا ہوں یا یہ ساری مزدوری اِس لیے ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کی عظمت سے لوگ آشنا ہوں۔ اُس کے احکام کا بول بالا ہو اُس کے دین کا نفاذ ہو اور مجھے بھی اُس کی بارگاہ تک رسائی کی اجازت اور توفیق نصیب ہو جائے اور یہ دھیان ہر آن رکھنا پڑتا ہے کیونکہ دُنیا دارِ ابتلا ہے۔ آزمائش گاہ ہے اور خصوصاً سب سے مضر سب سے خطرناک کسی بھی انسان کے لیے اُس کی شہرت ہوتی ہے اور جب اُس کے پیچھے کچھ لوگ لگ پڑتے ہیں۔ تو وہ اُسے بہت اُچھالتے ہیں۔ بہت شہرت دیتے ہیں اور ذاتی شہرت جو ہے یہ انسان کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے الگ عام آدمیوں سے بالاتر اور فرشتہ قسم کی چیز سمجھنے لگ جاتا ہے اور یہ چیز بالآخر تباہی پر منتج ہوتی ہے۔ کوئی شخص بھی معیار نہیں وہ پیر ولی یا شیخ ہے یا فقیر ہے بزرگ ہے۔

معیار صرف اور صرف محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شاہد عدل ہیں۔ باقی سب اِس معیار پر جانچے جائیں گے کہ وہ کس حد تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کرتے ہیں۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ جتنا کوئی اطاعت کا حق ادا کرے گا۔ اتنی ہی اُس کی عزت اللہ کے نزدیک اتنا ہی وہ عام انسان ہے۔ خواہ وہ ظاہری اوصاف میں کتنا کمزور کتنا غریب

کتنا بدشکل کتنا جاہل اور کتنا ناکارہ انسان ہم سمجھتے رہیں لیکن عملی زندگی میں اگر وہ اطاعت شعار ہے تو اُن پڑھے لکھے لوگوں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز ہے جو پڑھ کر عمل نہیں کرتے ۔

دین سارے کا سارا ہی عدل ہے اور سارے کا سارا ہی احترام ہے، سارے کا سارا ہی محبت ہے۔ یہ نفرتیں یہ ایک دوسرے پر طعنے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے یہ روز روز کی لڑائیاں یہ روز روز کے جھگڑے ہر شخص کا اپنی بات منوانے پر اصرار یہ دین نہیں ہے۔ ایک ہی بات پہ اصرار کیا جا سکتا ہے کہ ہر شخص خلوص دل سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو معیار بنالے اب اِس معیار بنانے میں وہ ہمارا محتاج نہیں ہے کہ جس طرح سے ہم سوچیں اُسی طرح سے وہ بھی سوچے اُسے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو جان کر اُنہیں سمجھنے کی اجازت رب کریم نے خود دی ہے اُس کے پاس بھی فرصت ہے موقع ہے اور وہ جس انداز سے جس نگاہ سے دیکھتا ہے خلوص نیت کے ساتھ اطاعت کرے اِس میں وہ چھوٹے چھوٹے اختلاف آجاتے ہیں جن کی اصل تو سنت سے ثابت ہوتی ہے لیکن صورت میں تھوڑا سا اختلاف ہوتا ہے یعنی جب کوئی آمین بلند آواز سے کہتا ہے دوسرا خاموشی سے کہتا ہے اصل ثابت ہے اور ایک کے نزدیک بلند آواز سے کہنا زیادہ موزوں ہے اور دُوسرا بھی غلط نہیں ہے۔ دوسرے کے نزدیک بلند آواز سے کہنا زیادہ بہتر ہے۔ لیکن بلند آواز سے کہنا بھی غلط نہیں وُہ بھی ثابت ہے۔ تو یہ چیزیں پھر اختلاف نہیں رہتیں۔ انسانوں کی استعداد اُن کی سمجھ اُن کی رائے الگ الگ ہے تو یہ تھوڑی تھوڑی جو ہے بات یہ الگ ہو سکتی ہے اِس کی گنجائش ہے لیکن ہر بات پہ ایک دوسرے پہ کفر کا طعنہ ہر بات پہ دوزخ کا دروازہ کھول کر کھڑے ہو جانا اور ہر آدمی کو جو قابو آئے جہنمی بنا کے چلے جانا یہ اسلام نہیں ہے مسلمان تو صحرائے عرب سے اُٹھے دُنیا پر بسنے والی ساری انسانیت کفر کی لپیٹ میں تھی۔ انہوں نے ربع صدی میں روئے زمین کو نورِ اسلام سے آشنا کر دیا اور کفر سے نکال کر لوگوں کو اللہ کے دین میں پہنچایا۔ یعنی اسلام لوگوں کو کفر سے نکال کر اللہ کے قریب کرنے کا نام ہے جو کوئی ٹوٹا پھوٹا اللہ کی عبادت کر بھی رہا ہے اُسے وہاں سے بھگا دینے کا نام اسلام نہیں ہے یا مسلمانوں کو کافر ڈیکلیئر کرنا یہ اسلامی خدمت نہیں ہے۔ ہر آتے جاتے مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے یہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں ہے بلکہ اِس سے زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص دعویٰ تو اسلام کا کرتا ہے لیکن وہ عمل اسلام پر نہیں کر رہا تو اس کا کردار یا اُس کے عقائد خلاف اسلام ہیں تو آپ محبت اور پیار سے اُسے کہیں کہ اگر تمہیں اسلام کا دعویٰ ہے تو کبھی تحقیق کرو سمجھو محض اندھی تقلید یا اندھی پیروی نہ کرو جو کچھ تم کر رہے ہو اس کے متعلق سوچو اس کے متعلق سمجھو متقدمین کو پڑھو قرآن کو پڑھو، حدیث کو پڑھو اور دیکھو تم کیا کر رہے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے آپ سے دھوکا کر رہے ہو تو شاید مخاطب بھی سننے پہ آمادہ ہو جائے اگر کہ ہم چھوٹتے ہی اُسے کہہ دیں کہ تو کافر ہے وہ کہہ دے گا کہ تم کافر ہو۔ سیدھی سی بات ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے ایک کافر کو کفر سے واپس لے آنا نورِ اسلام سے آشنا کرنے کا ثواب اللہ کے نزدیک زیادہ ہے۔ زیادہ پسندیدہ فعل ہے۔

تو یہ ذکر اذکار کمالِ اطاعت کا پھل ہوتا ہے اور اطاعت کا کمال ذکر کے سبب سے نصیب ہوتا ہے کہ ان دونوں کی نگہداشت اِس انداز سے کی جائے کہ مَیں جو ذکر اذکار کرتا ہوں تو کیا یہ میری عملی زندگی میں تبدیلی پیدا کر رہا ہے یا اپنی عملی زندگی کو جسے مَیں نیک سمجھتا ہوں کیا اُس پر یادِ الٰہی کا پھل لگ رہا ہے تو یہ دونوں ایک دوسرے کا سبب بھی ہیں، باعث بھی ہیں اور معیار بھی ہیں۔ اگر عمل میں احترام ہوگا اللہ کے احکام کا اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور خلوص کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بحال کرنے کے لیے

(باقی صفحہ ۴۰ پر)

نوٹس برائے داخلہ

صقارہ اکیڈمی دار العرفان (منارہ) چکوال

1 - ادارہ ہذا میں آٹھویں جماعت میں داخلہ کے خواہشمند طلباء 31 جنوری 92ء تک فارم داخلہ دفتر میں پہنچا دیں۔ داخلہ فارم اور پراسپکٹس 40 روپے کا ڈرافٹ بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

ڈرافٹ کا پتہ :- بنام صقارہ اکیڈمی مسلم کمرشل بنک منارہ

2 - جن طلباء کی درخواستیں موصول ہوں گی انہیں ٹسٹ کے لیے 13 فروری 92ء 1-30 بجے اکیڈمی میں حاضر ہونا چاہیئے۔ 14 فروری کو انٹرویو ہوں گے موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

پرنسپل صقارہ اکیڈمی - دار العرفان

عورت کا مقام

مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم نے بہت سے واقعات ارشاد فرمائے ہیں۔ گذشتہ اقوام کے بھی اُن لوگوں کی باتیں بھی جنہوں نے اللہ کی اطاعت قبول نہیں کی۔ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی تکذیب کی اور کفر اور انکار کا راستہ اپنایا۔ اس کے ساتھ اُن لوگوں کی باتیں بھی جنہوں نے اطاعت کی۔ انبیاء و رُسل علیہم السلام کے تذکرے بھی۔ لیکن یہ ساری باتیں بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم صرف اور صرف اپنے مقصد کی بات کرتا ہے قرآن حکیم کا مقصد ہے اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا۔ اللہ کی اطاعت اور عبادت کی طرف بلانا۔ اطاعت اور عبادت کے طریقے بتانا۔ اُن باتوں سے مطلع فرمایا جو اللہ کو پسند نہیں ہیں اس کے ساتھ تاریخ کا تعلق صرف اس حد تک ہے کہ تاریخ سے انسان سبق حاصل کرے۔ ترہیب و ترغیب کا تعلق ہے کفر و انکار اس لیے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کی راہ اپنائی یا انکار کا شیوہ اختیار کیا اُن کا انجام کیا ہوا اور جن لوگوں نے اطاعت اختیار کی اُنہیں کیا کامیابی حاصل ہوئی۔ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام جب مبعوث ہوئے تو قوموں کے حال کیا تھے کن مشکلات کا انہوں نے مقابلہ فرمایا اور کس طرح سے قوموں کو مشکلات سے نکال کر اُن کی تمام پریشانیوں کے حل ارشاد فرمائے اور گمراہی سے نکال کر انہیں اللہ کے راستے پر لگایا ظلمت سے نکال کر نور تک پہنچایا۔ یہ سارا اس لیے ہے کہ پڑھنے والا سننے والا فیصلہ کرسکے کہ کون سے راستے پر کس طریقے سے چلنا چاہیئے۔ تو اس میں جتنا واقعہ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے وہ اپنی صحت کے اعتبار سے تو مثالی ہوتا ہے صحیح ترین ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کا موضوع تاریخ بیان کرنا نہیں ہے اس لیے کسی واقعہ کو محض واقعہ سمجھ کر پورا بیان نہیں کیا جاتا بلکہ واقعات کے مختلف ٹکڑے مختلف جگہوں پر ارشاد فرمائے جاتے ہیں جہاں اس سے جو سبق دینا مقصود ہوتا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں بات تو چل رہی تھی موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کی فرعون کے مظالم کی اور اُن کے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچنے کی چونکہ مدین فرعون کی سلطنت سے باہر تھا لیکن اس واقعہ میں جہاں عظمت، پیار بیان ہو رہی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام کی استقامت اور اُن کی قربانیوں کا تذکرہ ہے جہاں شعیب علیہ السلام کے تقدس اور اُن کی مقبولیت بارگاہِ الٰہی میں جو ہے اُس کا تذکرہ ہے وہاں باتوں باتوں میں ایک عجیب بات ارشاد فرما دی جو پوری انسانیت کے لیے اپنے اندر بہت وسیع سبق رکھتی ہے۔ فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام منزلوں پر منزل مارتے مدین کے قریب پہنچے تو باہر اُن کا کنواں یا چشمہ تھا جہاں سے وہ مویشیوں کو یا ریوڑوں کو یا گلوں کو پانی پلاتے تھے تو جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو بہت بھیڑ تھی لوگوں کے پانی پلانے کا وقت تھا۔

وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ط بہت سے

ریوڑوں کو وہاں دیکھا جو اپنے مال مویشی کو یا اپنے گلّے کو پانی پلا رہے ہیں عجیب بات یہ دیکھی۔

وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ج دو نوجوان لڑکیوں کو یا دو خواتین کو وہاں دیکھا جو ایک طرف الگ ہو کر اپنی بکریاں لے کر کھڑی ہوئی تھیں تو انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ عجیب بات ہے یہاں تو سارے مرد ہی مرد ہیں اور مقام بھی مردوں کا ہے یہ دو نوجوان بچیاں یہاں کیا کر رہی ہیں۔

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط بھئی تم یہاں کیا لینے آگئی ہو۔ تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔

قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ قف۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے ریوڑ کو، اپنے گلّے کو پانی تو پلانا ہے۔ لیکن ہم ان مردوں کی بھیڑ میں گھس کر تو نہیں پلا سکتیں تو مجبوراً ہمیں انتظار کرنا پڑے گا ہم کنارے الگ ہو کر کھڑی ہیں تو جب یہ لوگ پانی پلا کر واپس ہو جائیں اور اپنے مال مویشی لے جائیں اور جب یہاں مرد نہ رہیں تو ہم اپنے ریوڑ کو پانی پلا لیں اب یہ بات کہ ریوڑ کو پانی پلانے ہم ہی کیوں آئی ہیں۔ ہمارے گھر میں سوائے ہمارے والدِ بزرگوار کے کوئی نہیں اور ہمارے والد بہت زیادہ بوڑھے ہیں یہ کام نہیں کر سکتے۔

اس چھوٹے سے جملے میں اللہ کریم نے خواتین کے کام کاج میں حصہ لینے کا یا کاروبار میں حصہ لینے کا یا آجکل جو تحریکیں روزانہ اٹھتی ہیں مساوی حقوق لینے کا ایک معیار ارشاد فرما دیا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی کہ خاتون گھر سے باہر تب قدم رکھ سکتی ہے۔ جب گھر سے باہر کام کرنے والا اس کے گھر میں کوئی نہ ہو جنہیں اللہ کریم نے باہر کام کرنے کے لیے گھر میں والد یا بھائی یا بیٹے یا شوہر کی صورت میں مرد نصیب فرمائے ہوں انہیں باہر کی سوسائٹی میں جانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جن کے گھر میں مرد نہیں ہیں یا مرد ہیں تو وہ اس قابل نہیں ہیں جو باہر جا کر کام کر سکیں صحت کے اعتبار سے یا عمر کے اعتبار سے کسی وجہ سے تو اس مجبوری کی حالت میں خواتین باہر کا کام کریں۔ دیوار سے لگ کر انہیں مرنا نہیں ہے۔ انہیں گدا نہیں کرنا ہے انہیں چوری نہیں کرنا ہے انہیں کام کرنا ہے۔ لیکن کام کرنے میں مردوں اور خواتین میں ایک حدِ فاصل رہے۔ مردوں کے ساتھ گھل مل کر مردوں کی طرح نہ کریں جیسے یہاں فرمایا کہ ان دونوں کی مجبوری یہ تھی کہ انہیں اپنے ریوڑ کو پانی تو پلانا تھا اور وہی ایک چشمہ تھا جہاں سے سب پانی پلاتے تھے تو وہاں پہنچ کر بھی وہ اپنے ریوڑ کو بھی روک کر الگ کھڑی رہیں کہ مردوں کی بھیڑ چھٹ جائے گی تو ہم اپنے ریوڑ کو پانی پلا لیں گی۔

یعنی دو باتیں بڑی واضح ارشاد فرما دیں۔ اوّل تو خاتون گھر سے باہر روزگار کے لیے یا روزی کمانے کے لیے یا محنت و مشقت کے لیے تب نکلے جب گھر میں کوئی مرد باہر کی ذمہ داری پوری کرنے کا اہل نہ ہو۔

ہمارے ہاں یہ عجیب بات ہے۔ بہت سی باتیں اس SUBCONTINENT میں ہم نے ہندوؤں سے لے لی ہیں اور ہم نے ان پر اسلام کا رنگ چڑھا لیا ہے اور انہیں اسلام کا نام دے دیا۔ سمجھتے ہیں یہ اسلام ہے۔ عورت کو انسان نہ سمجھنا یا عورت کو گھٹیا سمجھنا یا عورت کو ایک مصیبت سمجھنا یا عورت کو بیکار سی کوئی چیز سمجھنا یہ بھی فلسفہ ہے ہندومت کا۔ ہندو مذہب میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہاں تک کہ اگر خاوند مر جائے تو بیوی کو اس کے ساتھ زندہ جل کر مر جانا چاہیے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے یا اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو ساری زندگی اسے پھر گھر بسانا نصیب نہیں ہوتا۔ ہندو مذہب میں وہ نہ صرف یہ کہ بیوہ ہی رہے گی ساری عمر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی بات کرنا، اس کے ساتھ مل کر کھانا یا اس کے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اپنے گھروں میں ان کے ماں باپ ان کے بہن بھائی ان کے دوسرے قریبی عزیز بھی ان کے ساتھ بیٹھنا یا کھانا پینا پسند نہیں کرتے بلکہ ان کی زندگی ویران سی الگ تھلگ کسی کوٹھڑی میں پھینک دیا۔ نوکروں کی طرح گھر کے برتن مانجتی رہیں۔ یا کام کاج کرتی رہیں۔

وہی تصور جو ہے وہ ہم نے یہاں اس برِصغیر میں ہم نے اپنا لیا ہے اس سے باہر نہیں ہے ایسا۔ یہاں یہ بڑی شدت سے ہے کہ عورت ناقص ہے، عورت بیوقوف ہے، عورت کمزور ہے اور اس طرح کی اتنی دلیلیں جمع کی جاتی ہیں کہ پڑھنے یا سننے والے کو عورت کے نام سے نفرت سی ہونے لگتی ہے کہ یہ کیا مصیبت ہے ایسا نہیں ہے اسلام انسانیت کا مذہب ہے اور عورت بھی انسان ہے مرد بھی انسان ہے۔ اسلام میں صرف باعتبار خصوصیات کے، باعتبار قوتِ برداشت کے یا باعتبار ذمہ داریوں، فرائض اور ڈیوٹی کے عورت کی اپنی ذمہ داریاں ہیں مرد کی اپنی ذمہ داریاں ہیں اُسی ایک میدان میں جہاں مرد کا حساب ہو گا وہیں عورت کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ وہی ذات وحدہٗ لاشریک جہاں مرد کا محاسبہ کرے گی خاتون سے محاسبہ کرے گی وہی جہنم جس میں کافر مرد کا جانا ہو گا کافر عورت کو جانا ہو گا۔ وہی جنت جو مقرب سے مقرب بارگاہِ الوہیت لوگوں کے لیے مردوں کے لیے ہے خواتین کے لیے بھی ہے۔ بحیثیت انسان دونوں کا سفر ایک سا ہے۔ دونوں ایک جیسے ماں باپ کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں دونوں ایک سی فضا میں سانس لیتے ہیں۔ دونوں ایک ہی طریقے سے موت سے ہمکنار ہوتے ہیں اور دونوں ایک ہی طرح سے برزخ میں داخل ہوتے ہیں دونوں ایک ہی طرح سے میدانِ حشر میں اُٹھیں گے اور ایک ہی طرح کے انجام سے دوچار ہوں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ باعتبار تخلیق مرد کا وجود مختلف قسم کا ہے اور اس کے فرائض مختلف ہیں۔ خاتون کا وجود اُس کی قوتِ برداشت اُس کی خصوصیات الگ ہیں تو اُس کے فرائض الگ ہیں لیکن اہمیت دونوں کی اپنی جگہ ایک جیسی ہے۔

اسے اگر آپ تقسیم کرنا چاہیں بہت بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کسی عورت کو اللہ نے نبوت نہیں دی اس لیے عورتیں بہت کمزور اور ناقص مخلوق ہیں۔ لیکن یہ دلیل دیتے وقت دلیل دینے والا یہ بھول جاتا ہے کہ نبیوں میں بغیر باپ کے نبی علیہ السلام تو ملتا ہے بغیر ماں کے کوئی نبی نہیں ملتا۔ نبیوں میں ایسا نام تو ملتا ہے کہ ایسا ایک نبی ہے اللہ کا ایک رسول علیہ السلام ہے اور اُس کا باپ نہیں۔ اللہ کریم نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تنہا ماں سے اُسے پیدا فرمایا لیکن بغیر ماں کے کوئی بھی نہیں ہے۔ سوائے آدم علیہ السلام کے یہ بنیاد ہیں انسانیت کی آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے نبی آتے ہیں سب نے ماں کی گود میں پرورش پائی۔ تو اگر یہ اتنی ہی قابلِ نفرت مخلوق ہوتی تو ہر نبی ہر رسول اُس کی گود میں پرورش پاتا؟ اگر نبی نہیں ہے تو نبی کی ماں تو ہے اگر نبی نہیں ہے تو نبی کی بیٹی تو ہے اگر نبی نہیں ہے تو نبی کے ساتھ نبی کی بیویاں تو ہیں۔ اور جنت الفردوس یا جنت البریں یا جہاں مقامِ محمود پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی منزلِ کائنات سے الگ اور بالاتر اور بالاترین ہوگی کوئی دوسرا ٹھکانہ کسی کا نہیں ہوگا۔ اُسی ٹھکانے میں اُس گھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہما اجمعین کا قیام بھی ہوگا۔ گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا لیکن عورت اُس گھر میں بھی رہے گی۔

تو پھر کمی کہاں ہوئی قابلِ نفرین کہاں ہوئی، کمزوری کہاں ہوئی یہ جو ہم نے یہ تصور ٹھہرا لیا ہے یہ یہاں ہندوستان سے لیا گیا ہے۔

عورت اور مرد کے فرائض کو ربِ جلیل نے یوں تقسیم کیا ہے جیسے کوئی شخص بہت خوبصورت باغ لگوانا چاہے اُسے وہاں دو طرح کے مزدور چاہئیں اُسے ایک ملازم چاہیئے جو اِس باغ کی حفاظت کرے جو تگڑا مضبوط ہو جو چوکیداری کرے۔ کسی جانور سے یا کسی ناپسندیدہ شے سے اُس باغ کو اُجاڑنے کا یا خراب کرنے کا سبب بنتی ہے قریب نہیں آنے دے اُس کی باڑ لگائے اُس کی حفاظت کرے اُس کے لیے کھاد ڈھوئے اُس کے لیے پانی کی نالی کھود کر لے آئے اُس کی ضروریات کی تکمیل کے اسباب

اختیار کرے اور اُس کے لیے کسی مضبوط ملازم کی طاقت ور ملازم کی ضرورت ہے ایسے ملازم کی ضرورت ہے جو تنہا اکیلا بھیڑ بھاڑ میں ہر جگہ کام کر سکے۔ اب اُس باغ کے اندر بھی ایک ملازم چاہیئے جو قوت و طاقت میں بیشک اُس باہر والے سے کمزور ہو لیکن محبت و شفقت میں اُس سے بڑھ کر ہو جو چھوٹے چھوٹے پودوں کی نگہداشت کرے جو ایک ایک کلی کو دیکھے یا ایک ایک پھول کا احساس رکھے جو ایک ایک پھوٹتے ہوئے شگوفے کا شعور رکھتا ہو اُس کی ضرورت کو سمجھتا ہو اور ہر ایک کو نرمی، محبت، پیار تحفظ وہ باہر سے لایا ہوا پانی اِس طرح تقسیم کرے کہ آدھے پانی میں غرق نہ ہو جائیں۔ اور آدھے سُوکھے نہ رہ جائیں کہ آدھے پانی کی کثرت سے مر جائیں۔ اور آدھے پانی کی قلت سے مر جائیں یا باہر کی لائی ہوئی کھاد کو کسی اندازے سے تقسیم کرے ایسا نہ ہو کہ آدھے میں ساری کھاد ہی کھاد ہو وہ اُس سے جل جائیں اور آدھے بغیر کھاد کے خشک ہو جائیں۔ تو اندر ایک ایسا حساس دل چاہیئے جس کا جسم اگرچہ کمزور بھی ہو لیکن اُس کی محبت و شفقت بہت طاقتور ہو اُس کی کمزوری کو اُس باہر والے ملازم یا چوکیدار کی طاقت کا تحفظ حاصل ہو کیونکہ اُسے اِس کی حفاظت لڑنا نہیں ہے بلکہ اُس کی پرورش و نگہداشت کے لیے محبت سے اُسے سنبھالنا ہے تو میرے خیال میں نازک اور حساس ترین کام جو ہے وہ اُس اندر والے ملازم کا ہے اور یہ کام اللہ نے خاتون کو عورت کو سپرد فرمایا ہے نہ صرف پودوں اور نونہالوں کی بلکہ انسانی باغیچے اور انسانی گلشن میں جو نونہال پلتے اور پھولتے ہیں اُن کی تربیت اُن کا دیکھنا بھالنا اُن کی پرورش اُن کو سنبھالنا یہ خاتون کی ذمہ داری ہے اور اس کے لیے باہر سے روزی کما کے لانا اُن کے تحفظ کا خیال رکھنا یہ مرد کی ذمہ داری ہے۔ یہ دونوں کے فرائض تقسیم ہو گئے۔ ذمہ داری میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا وہ ذمہ دار ہے ویسی خاتون ذمہ دار ہے۔ ذمہ داری بلکہ خاتون کی زیادہ اہم بن جاتی ہے۔ اگر اس نگاہ سے دیکھا جائے تو میرے خیال میں خواتین ہم سے زیادہ اہمیت لے جاتی ہیں۔ وہ زیادہ نازک کام انجام دیتی ہیں۔

اب یہ اتنا نازک اور حساس کام انجام دینے پر متعین ہے کیا اُسے بھی اِس تربیت کی ضرورت ہے یا نہیں کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے یا کیا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اُسے اِس باہر والے خادم سے زیادہ ضرورت ہے کہ اِس کا کام زیادہ نازک ہے۔ زیادہ حساس ہے۔ یا ہم پھر فارغ ہو جاتے ہیں۔ خواتین کی تربیت کو کبھی کوئی پرکاہ اہمیت ہی نہیں دیتا۔ بیٹی ہوتی ہے تو والدین دُنیا بھر کے علوم اُسے پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دین سکھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ بہن ہوتی ہے تو بھائی اُسے ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش تو کرتے ہیں اُس کی حفاظت کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن دین سکھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ بیوی ہوتی ہے تو خاوند اُسے دُنیا کی ساری نعمتیں لا کر دیتا ہے۔ بہترین گھر دینا چاہتا ہے۔ محبت دیتا ہے پیار دیتا ہے عزت کرتا ہے۔ اُس کی دُنیا کی جو چیز اُس کے بس میں ہو اُس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا ہے۔ لیکن دین کے معاملے میں شوہر بھی نہیں پوچھتا۔ بہت کم۔ اور ماں ہوتی ہے تو بچے اُس کی عزت کرتے ہیں اُس کی خدمت کرتے ہیں لیکن دین کے معاملے میں بیٹوں نے بھی کبھی ماں سے بات نہیں کی۔ یہ ہمارے اِس جذبے کا اثر ہے جس نے ہمیں یہ بتا دیا کہ عورت کا کیا ہے اِس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ عورت تو ناقص العقل ہے۔ عورت ایک کمزور سی مخلوق ہے عورت کا کیا ہے۔

حالانکہ جب حضرت مریمؑ کی والدہ نے نذر مانی کہ میری جو اولاد ہو گی میں اللہ کی راہ میں اُسے خادم بنا دوں گی۔ تو انہیں توقع تھی کہ اللہ بیٹا دیں گے اور میں اُسے اللہ کے گھر کی خدمت کے لیے وقف کر دوں گی۔ کیونکہ سُنّت میں یہ جائز تھا۔ لیکن اُن کی بیٹی پیدا ہوئی تو وہ بڑی پریشان ہوئی تو قرآنِ حکیم وہاں فرماتا ہے کہ اُسے کیا خبر تھی کہ لاکھوں بیٹوں پہ ایک بیٹی بھاری ہے۔ قرآن حکیم کا عجیب سا انداز

ہے کہ اُمِ مریم پریشان ہو رہی ہے کہ اللہ تُو نے مجھے بیٹی دے دی لیکن یہ غریب نہیں جانتی کہ یہ ایک خاتون کتنے مردوں پر بھاری ہے اور اللہ کے نزدیک اِس کا کتنا مرتبہ ہے یعنی سب اُس کا وجود اُس کی زندگی سارے حالات جو ہیں یہ اللہ کی عظمت اور اس کی قدرت پہ شاہدِ عدل بن گئے اور لوگوں کے لیے باعثِ ہدایت بن گئے تو قرآن حکیم کا اسلوب تو یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت جو بھی اپنی ذمہ داری کو بہتر طریقے سے پورا کرے اللہ کے نزدیک وہ بہتر ہے۔ ہمارے تین بٹا چار (۳/۴) حصہ دین جو ہے تین چوتھائی مذہب جو ہے یہ خواتین سے نقل ہُوا ہے۔

مذہب اسلام کا تین چوتھائی حصہ چونکہ ذاتی مصروفیات کا ایک چوتھائی سے بھی کم پہلو گھر کی چار دیواری سے باہر آتا ہے باقی تین چوتھائی چار دیواری کے اندر آجاتا ہے جس قدر خواتین کے مسائل ہیں وہ بھی اس میں شامل کر لو تو یہ سارا ازواجِ مطہرات علیھنّ اجمعین نے بیان فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ شادیاں کیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے پردہ فرمایا تو ازواجِ مطہرات کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہ موجود تھیں۔

جو لوگ اِس اعتراض سے گھبراتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ شادیاں کیوں کیں وہ حیاتِ طیبہ سے واقف نہیں ہوتے شادی کو اگر محض شادی سمجھ کر کیا ہوتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانی میں اوائل عمر میں کیا ہوتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی بھی جس وقت کی اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچاس سال سے زائد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری جوانی اپنے سے بڑی عمر کی خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بسر فرمائی۔ اور اس کے بعد اُن کے وصال کے بعد حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک کنواری خاتون ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ باقی سب عمر رسیدہ اور بیوہ یا پہلے سے آزاد خواتین تھیں جن کے پہلے نکاح ہو چکے تھے۔

بعض کے ساتھ اُن کے بچے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پہ پرورش پاتے رہے۔ من جملہ دوسری باتوں کے ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن اجمعین وہ ذریعہ اور سورس (SOURCE) تھیں جس نے بہت بڑا حصہ دین کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانیت کو پہنچایا۔ اگر کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ خواتین نہ ہوتیں تو حیاتِ مبارکہ کا کتنا بڑا حصہ تھا جسے مرد نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اتنا بہت بڑا شعبہ ایسا تھا جو خواتین کے متعلق تھا جن کا سوال ہی مرد نہیں کر سکتے تھے اُسے سمجھ نہیں سکتے تھے۔ ضرورت کے اوقات کو تکلیف کو آرام کو جن پر بیتتی تھی وہ جانتے تھے۔

تو بات چل رہی تھی موسیٰ علیہ السلام کی پانی پلانے والی تو انہوں نے بھی حیرت سے پوچھا کہ کیسی تم جوان بچیاں یہاں کیا کر رہی ہو کیوں کھڑی ہو مردوں کی بھیڑ ہے اور شور شرابا ہے تم یہاں کیا لینے آگئی ہو انہوں نے کہا ہم آگئی ہیں اپنی ضرورت سے لیکن مردوں سے الگ کھڑی ہیں۔ ہم مردوں میں مل جُل کر تو نہیں کھڑیں۔ ہمیں اپنے ریوڑ کو اپنے گلے کو پانی پلانا ہے لیکن ہم مردوں کی بھیڑ میں تو نہیں گھس رہیں۔ ہم تو الگ سے کھڑی ہیں جب مرد پانی پلا کر چلے جائیں گے ہم پلا لیں گی۔ رہی یہ بات کہ اگر ہمیں مردوں میں مل جُل کر کام نہیں کرنا الگ سے رہنا ہے تو آئی ہی کیوں تو ہمیں ہماری ضرورت یا ہماری مجبوری لے کر آئی کہ ہمارے والد بزرگوار بہت ضعیف ہیں اور دوسرا کوئی مرد گھر پر ہے نہیں۔

تو گویا اِس آیت کریمہ نے یہ بات بتا دی کہ خاتون کا کام گھر کی چار دیواری کے اندر ہے اگر اُسے باہر کے فرائض کے لیے نکلنا پڑتا ہے کوئی باہر کا کام کرنے والا نہیں رہتا خاندان میں اور اُسے کما کر لانا پڑتا ہے تو وہ ضرور جائے۔ گداگرنے سے یا کوئی اور پیشہ اختیار کرنے سے کام کرنا، مزدوری کرنا، تجارت کرنا، ملازمت کرنا یہ بہت بہتر ہے لیکن کام میں اور مجبوری میں بھی عورت مردوں کے ساتھ مِل جُل کر خلط ملط ہو کر بے حجاب یا بے باکانہ انداز میں کام

نہیں کر سکتیں۔ اُس کے لیے کام کا الگ سے شعبہ ہو جس میں مردوں کا ہر وقت میل جول نہ ہو اور اپنے پردے میں اپنے حیا کو قائم رکھتے ہوئے یہ اپنا کام کر سکتی ہے۔

تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے جب اُن کی بات سُنی بات معقول تھی تو آپ علیہ السلام نے فَسَقٰی لَھُمَا۔ تو آپ (علیہ السلام) نے اُن کا گلہ لیا اور مردوں کی بھیڑ میں گھس گئے اور آپ علیہ السلام تو تگڑے آدمی تھے۔ آپ (علیہ السلام) نے اُن کو پانی پلا دیا۔ ثُمَّ تَوَلّٰی اِلَی الظِّلِّ۔ تھکے ہوئے تھے سائے میں آکر لیٹے اور عجیب دُعا مانگی۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝

کہ اللہ تو اگر مجھے کوئی بہترین نعمت عطا فرمائے تو اس لمحے میں بہت زیادہ محتاج ہوں اتنا زیادہ محتاج کہ جتنے لوگ یہاں موجود ہیں۔ اُن میں شاید کوئی بھی اتنا محتاج نہ ہو۔ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝ میں بہت بڑا حاجت مند ہوں بہت بڑا محتاج ہوں اِس لمحے جتنے لوگ یہاں ہیں ان کے کاروبار ہیں۔ کسی کے پاس بکریاں ہیں کسی کے پاس بھیڑ ہے کسی کی بیوی ہے کسی کا بیٹا ہے۔ کسی کا گھر ہے کسی کی زمین ہے کوئی نہ کوئی آسرا کسی نہ کسی کے پاس ہے بار الٰہا میں اس وقت زمین کے سینے پر اور آسمان کی چھت کے نیچے ایک ایسا شخص بیٹھا ہوں جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ سوائے تیرے نام کے نہ گھر ہے نہ جائیداد ہے نہ دوست ہے نہ بیوی ہے نہ بچہ ہے۔ نہ ماں باپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر میں مصر سے نکلا ہوں اور میں یہاں میرا کوئی جاننے والا بھی نہیں کہ دُنیوی اعتبار سے تہی دستی کی اُس انتہا کو پہنچا ہوا ہوں میں کہ تیری زمین کے وسیع سینے پر میرے لیے کوئی چند گز کی جھونپڑی بھی نہیں ہے۔ میرے پاس پانی پینے کا برتن نہیں ہے۔ میرے پاس کھانا کھانے کے لیے زادِ راہ نہیں ہے۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝

تُو ایسا کریم ہے کہ تُو دینا چاہے تو مجھے کوئی ایسی نعمت دے دے کہ دُنیا کی ساری کلفتیں اُس ایک عطا سے دُور ہو جائیں تو نازل کرنا چاہے تو بہترین نعمت نازل فرما بہترین انعام مجھے عطا کر تو ساری مسافتیں طے ہو جائیں ساری تھکن دُور ہو جائے۔ ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں اور میں بھی اپنے آپ کو ایک ہنستا بستا انسان سمجھوں۔ تو اللہ نے دُعا قبول فرمائی اپنے نبی، اپنے رسُول اپنے پیارے بندے علیہ السلام کی......

یعنی بہت بڑی خیر جو اُس حالت سفر میں اللہ کے رسُول علیہ السلام نے طلب کی اور اُس کے جواب میں جو بہت بڑی خیر اللہ نے عطا کی وہ ایک خاتون کی صورت میں تھی جس کے ساتھ پھر موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہو گئی اور ایک خاتون کے ملنے سے اُنہیں گھر بھی مل گیا ٹھکانہ بھی مل گیا رشتہ دار بھی مل گئے وطن بھی مل گیا۔ کاروبار بھی مل گیا اور موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اللہ کے اُس وسیع فرش پر یکہ و تنہا تھا۔ یکایک وہ پوری انسانی برادری میں اِس طرح سے فٹ ہو گیا جس طرح انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیا جاتا ہے ایک خاتون کے آنے سے لیکن اللہ فرماتے ہیں وہ خاتون سراپا خیر اس لیے تھی کہ

تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ۔ وہ قدم بھی اُٹھاتی تھی تو پتہ چلتا تھا کہ اس کے قدم اُٹھانے کے انداز سے بھی حیا ٹپکتی ہے تو حیا کو چھوڑ کر عورت عورت نہیں رہتی۔ ایک مغربی مفکر کا بھی قول ہے بڑا اچھا جملہ کہا اُس نے کہ عورت گھر سے باہر آکر ہر وہ کام کر سکتی ہے جو مرد کرتا لیکن وہ عورت نہیں رہتی۔ وہ کوئی مخلوق ہی دوسری بن جاتی ہے اُس میں وہ نسوانیت وہ عورت کا عورت پن وہ دھیما پن اُس میں وہ شرم و حیا، اُس میں وہ محبت و اخوت، اُس میں وہ لطف و کرم اُس میں وہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں وہ چیز رہتی ہی نہیں۔ اور آپ دیکھ لیں اُن خواتین کو دیکھ لیں جو اُس طرزِ عمل کو اپنائے ہوئے ہیں۔ وہ ایک تیسری مخلوق بن گئی ہے وہ اگر مرد نہیں بن سکیں تو وہ عورت

بھی نہیں رہ سکیں اور کوئی عجیب سی مخلوق بن گئی ہیں جس کا حلیہ الگ ہے جن کے بات کرنے کا انداز الگ ہے۔ جن کا اُٹھنا بیٹھنا الگ ہے اور جن کا سلوک تک اور جن کے فیصلے تک عجیب وغریب ہیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتے کہ کیا چاہتی ہیں کیا کرتی ہیں اور کیا کہہ رہی ہیں

تو اسلام نے نہ تو مغرب کی طرح خاتون کو اشتہار کی زینت بنانے کی اجازت دی ہے اور نہ ہندو تہذیب کی طرح یا مشرقِ بعید کی طرح اُسے خادم اور اُسے بڑا ایک کمزور سا ثابت کیا ہے۔ بلکہ اسلام عورت کو بھی انسان اور شرفِ انسانیت کا حامل گردانتا ہے اور مرد اور عورت کو برابر اِس لحاظ سے سمجھتا ہے کہ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں اِس لحاظ سے برابر سمجھا جاتا ہے کہ دونوں کی ذمہ داریاں ہیں اِس لحاظ سے برابر سمجھتا ہے کہ دونوں کی جواب دہی ہے مرد کی ساخت الگ اُس کی ذمہ داریاں الگ عورت کی ساخت الگ اُسکی ذمہ داریاں الگ، اسلامی مساوات یہ ہے کہ مرد کو وُہ کام کرنے کو کہا جائے جو مرد کی ذمہ داری میں آتا ہے اور خاتون سے وہ کام لیا جائے جو خواتین کی ذمہ داری میں آتا ہے۔ اگر اُس سے وہ کام لیا جائے جو اُس کے فرائض میں شامل نہیں یہ عدمِ مساوات ہے۔ یہ مساوات نہیں ہے یہ ظلم ہے۔ اِسی طرح جو اُجر مرد کا بنتا ہے۔ بلا تکلف مرد کو دیا جائے اور حق خاتون کا بنتا ہے بلا تکلف بغیر کسی تردد کے بغیر کسی تکلیف کے اُس تک پہنچایا جائے یہ ہے اسلام کے نزدیک مساوات اور اُس کا عورت ہونا عورت کا تقدس، عورت کی عظمت، عورت کی محبت اور اُس کی شفقت اور عورت کا سارا کمال ایک بات پر انحصار کرتا ہے کہ اِس میں کتنی حیا ہے۔ بات کرنا تو بہت بڑی بات ہے، کام کرنا تو بہت بڑی بات ہے فرمایا

تمشی علی استحیاء۔ اُس کا قدم اُٹھتا تھا تو بتاتا تھا کہ اِس میں سرتاپا حیا ہی حیا ہے اِس وجود میں۔ تو ہمارے معاشرے کا آج کا جو بہت بڑا سوال، بہت بڑا تماشا بن رہا ہے خواتین کی برابری اور خواتین کے حقوق کا اِس کے لیے جلسے ہوتے ہیں جلوس ہوتے ہیں اِس کے لیے نعرے لگتے ہیں۔ ٹیلی ویژن گلا پھاڑ پھاڑ کر شور کر رہا ہوتا ہے۔ اُس کی اشتہار بازی سارا دن ساری رات ہوتی ہے۔ اِس معیار کو اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمادیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں اِس کا نفاذ کر کے دکھا دیا۔ تو ہمیں اپنے مسائل کا حل مشرق و مغرب سے لینے کے بجائے اللہ اور اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سے لینا ہے اور کتاب اللہ میں بھی اور سنّتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی خواتین کو بھی نہ تو پنجرے کی چڑیا بنادیا گیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ خواتین ایک طرف تو کلب جاسکتی ہیں۔ ایک طرف ہاکی کھیل سکتی ہیں، سینما جاسکتی ہیں ایک طرف بازار میں خریداری کے لیے جانا کام ہی خواتین کا ہے۔ مرد پوچھتے ہی نہیں غیر محرموں سے سودے کرسکتی ہیں اور غیر محرموں سے لڑ جھگڑ سکتی ہیں۔ سارا کام کرسکتی ہیں۔ لیکن اگر دین سیکھنے کے لیے گھر سے باہر قدم رکھیں تو فوراً مسلمانوں کا فتویٰ حرکت میں آجاتا ہے۔

مَیں نے آج تک کوئی فتویٰ نہیں دیکھا کسی ایسی خاتون پر یا کسی ایسے کام پر جو کام ہی بنیادی طور پر غیر ضروری بھی ہے غیر شرعی بھی ہے جو نمائش کر کے یا بال کٹوا کے یا دوپٹے کو پٹے کی طرح گلے میں ڈال کر انار کلی میں سارا دن گھومنا کونسی بڑی جواز کی صورت رکھتا ہے۔ کونسا اُس میں پہلو ہے جس پر نہی نہیں لیکن کوئی نہیں پوچھتا سینما جاؤ کلب جاؤ کوئی نہیں پوچھتا سینما سے کلب سے کسی خاتون کو اُٹھا کر قرآن کے درس میں بٹھا دو فتویٰ لگ جاتا ہے کہ یہ عورتیں قرآن سمجھ رہی ہیں، عورتیں تقریر سمجھ رہی ہیں، عورتیں ذکر کر رہی ہیں کمال ہے جیسی عورتیں جو خرافات ہے وہ کریں، عورتیں الیکشن لڑیں عورتیں آپ کے ملک پر حکومت کریں سب جائز ہے لیکن عورتیں اللہ کا نام نہ لیں۔ اب بڑے بڑے علماء خاتون وزیر اعظم کے جوتے چاٹتے پھرتے ہیں۔ وہاں کوئی فتویٰ بھی نہیں دیتے اور اگر وہی خاتون اللہ اللہ کرنا شروع کردے تو شاید

یہ اُس پہ بھی فتویٰ لگادیں تو اسلام میں خود عہدِ نبوی میں خواتین تلوار کی دھنی ثابت ہیں۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلکہ آپ کو بدر و اُحد میں خواتین اپنا حصہ ادا کرتی نظر آتی ہیں، زخمیوں کو پانی پلاتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔ لیکن وہاں بھی یہ انداز ہے کہ خواتین کی تربیت مردوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر نہیں الگ سے ہوتی ہے۔ خواتین میدانِ جنگ میں بھی اپنا آپ الگ رکھتی ہیں، زخمیوں کو سنبھالتی ہیں یا پانی دیتی ہیں تو مردوں میں گھس کر نہیں الگ سے اپنا پردہ بھی قائم رکھتی ہیں۔ اور میدانِ عمل میں کام بھی کرتی ہیں۔ یہ جو خواتین میدانِ کارزار میں تلوار کے جوہر بھی دکھایا کرتی تھیں یہ کیا ماں کے پیٹ سے سیکھ کر آتی تھیں یا کسی اُستاد سے تلوار چلانا سیکھا کرتی تھیں۔ یہ گھوڑوں کی سواری انہیں پیدائشی طور پر مل جاتی تھی یا یہ بھی کسی سے سیکھا کرتی تھیں تو آپ اُس بہترین عہد میں خیر القرون میں بھی خواتین کو میدانِ جہاد میں بھی پاتے ہیں، غزوات میں بھی پاتے ہیں۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پاتے ہیں لیکن یہ بات وہاں بھی دیکھ لیجئے کہ خواتین الگ تھلگ سے مردوں کے ساتھ خلط ملط ہوئے بغیر الگ سے اپنی تربیت حاصل کرتی ہیں اور الگ سے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہیں اور یہی معیار آج بھی ہے۔

کہ خواتین کا پردہ اُن کی حیا اُن کا الگ رہنا قائم رہے۔ اور ہر وہ کمال جو مرد حاصل کر سکتا ہے اور بالخصوص دین کا ہر وہ شعبہ جو انسانیت کے لیے انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے وہ مرد کی نسبت عورتوں کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے اور ذکر کے معاملے میں ربِ جلیل نے۔ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ بالکل برابر رکھا ہے کثرتِ ذکر میں مرد کو بھی، خاتون کو بھی، تو سیکھیں گی نہیں جانیں گی نہیں تو کریں گی کیسے۔ تو یہ معیار دیا ہے کتاب اللہ نے کہ عورت پنجرے کی قیدی بھی نہیں ہے اور عورت نمائش کی چیز بھی نہیں اس کے درمیان درمیان راستہ ہے وہ بھی اپنی ذمہ داریاں سمجھے وہ بھی اپنی ذمہ داریاں سیکھے وہ بھی اپنی ضرورت کو معروف طریقے سے پورا کرنے کی اہلیت و استعداد حاصل کرے نہ وہ گداگر اور محتاج بنے اور نہ وہ اتنی دیدہ دلیر ہو کر بے باکانہ مردوں کے ساتھ رل مل جائے۔ اللہ کریم ہمیں سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بقیہ: شاہد عدل وایمان

آپ کی اطاعت کی جائے گی تو یقیناً ذکر دوام نصیب ہو جائے گا یہ پھل ہے اس کا۔ اور اگر کوئی ذکر دوام کا مدعی ہے اور ہمیشہ اللہ اللہ کرتا ہے۔ تو اس کے طفیل اُس کے دل میں اللہ کی عظمت جاگزیں ہو جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جاگزیں ہو جائے گی اور آپ کی اطاعت کی توفیق ارزاں ہو جائے گی۔ تو یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے معیار بھی ہیں۔ ایک دوسرے کے جانچنے اور پرکھنے کی کسوٹی بھی ہیں۔

اور یہ یاد رہے کہ یہ ساری عظمتیں اُس ایک ذات وحدہٗ لاشریک کے لیے ہیں اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق جسے اللہ نے خود یہ حق دیا ہے۔ کہ ساری اُس کی تعظیم و توقیر کرے اور اُس کی اطاعت کا راستہ طلب کرے اور وہی ایک گواہ ہے ساری مخلوق کے سچا ہونے کا۔ جسے اللہ کے سوا کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ اللہ کریم ہمیں توفیق ارزاں فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

معلومات، خط وکتابت اور
چندہ اس پتہ پر بھیجیے۔
دفتر المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی
کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور

قیامت

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام میں جو بنیادی بات ہے اور جو حاصل ہے سارے دین کا عبادات ہوں، نماز، روزہ اور حج زکوٰۃ ہو۔ جہاد ہو یا عملی زندگی کا کوئی اقدام کوئی چلہ کشی کرے یا وظیفے پڑھے کوئی محنت کرے یا مجاہدہ کرے تو ان تمام محنتوں کا، ان تمام مجاہدوں کا، ان تمام عبادتوں کا، رمضان کی مشقتوں کا، راتوں کے جاگنے کا حاصل کیا ہے؟ صرف ایک بات اور وہ یہ ہے جو زبان سے تو ہم کہتے ہیں لیکن اُسے سمجھنا اور اُس پر یقین کرنا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ واحد ہے لاشریک ہے اُس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہمارے ہر حال سے ہر وقت واقف ہے۔ ہر چیز پہ ہر آن قادر ہے۔ انسان کو وہی مل سکتا ہے جو اللہ دیتا ہے اور جو چیز اللہ روک دیتا ہے وہ اُسے کوئی نہیں دے سکتا۔ اگر یہ بات ہمارے دل میں یقین کی حد تک چلی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان عملی زندگی میں بڑے سے بڑے حاکم کی بڑے سے بڑے قریبی دوست کی، بڑے سے بڑے عزیز رشتہ دار کی بات ٹھکرا سکتا ہے لیکن اللہ کا حکم نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر اِس بات کا یقین حاصل نہ ہوا اور یہ محض رواج کے درجے میں رہے رسم کے درجے میں رہے کہ ہم نے کہہ دیا کہ اللہ ہے اور وہ اِسی درجے میں بات رہے تو پھر یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ دوسروں کو خوش کرنے کے لیے محنت کرتے رہتے ہیں وہ فلانا ناراض نہ ہو جائے اُس کی بات مان لو فلاں سے بات کر لو وہ خفا نہ ہو اُس میں اللہ کی حکم عدولی ہوتی رہے۔ اللہ کے فرائض جاتے رہیں۔ جھوٹ بولنا پڑے، بددیانتی کرنی پڑے برائی کرنا پڑے ہم لوگوں کو یا دوسروں کو خوش کرنے کے لیے کرتے رہتے ہیں اور ہمارے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ خیر ہے اللہ مہربانی کرے گا مرنے کے بعد کیا ہوگا وہ بھی دیکھا جائے گا۔

قرآن حکیم نے ایک عجیب انداز میں اللہ کا احسان ہے ہم پر کہ ہم مسلمان تو ہیں برائے نام سہی جنہوں نے بالکل اقرار ہی نہیں کیا ان حقائق کا اور کافر رہے وہ تو مذاق اُڑاتے تھے کہاں ہے قیامت اور جتنے کچھ رواجی مسلمان ہم ہیں ہمیں بھی یہ کوئی اتنا یقینی معاملہ نظر نہیں آتا۔ ہم بھی سمجھتے ہیں خیر ہے پتہ نہیں کب آئے گی، آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ

یوں سمجھو قیامت آ گئی اَتٰٓی اَمۡرُ اللّٰہِ قیامت آ چکی اگر تمہیں اس کے وقوع میں چند لمحے فرصت مل رہی ہے تو یہ موانع نہیں ہے۔

کہ تم اُس کے وقوع سے بے خوف ہو جاؤ بلکہ وہ یوں سمجھو جیسے تمہارے سر پر ہی کھڑی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت دو طرح کی ہے۔ ایک قیامت وہ ہے جو ساری کائنات کی ہوگی قیامت کبریٰ، بڑی قیامت جس میں زمین آسمان ساری کائنات تباہ ہو جائے گی اور نئے سرے سے ہر چیز دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگی۔ دوسری ایک چھوٹی قیامت ہے قیامت صغریٰ وہ ہر شخص کی اپنی موت ہے جو مرتا ہے اُس کا تعلق اِس دُنیا کی زندگی سے منقطع ہو جاتا ہے اور اُس کا تعلق اُخروی زندگی سے قائم ہو جاتا ہے۔

مَن مات فقد کان قیامتہ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی موت جس پر وارد ہو گئی اُس کی قیامت تو قائم ہو گئی دوسروں کی کچھ دن مؤخر ہو جائے۔ اور موت کا کوئی لمحہ ہمارے علم میں نہیں ہے کوئی بھی لمحہ موت کا لمحہ ہو سکتا ہے تو فرمایا

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔ گھبراؤ نہیں، پریشان مت ہو جلدی نہ کرو بلکہ یوں سمجھو کہ قیامت تمہارے سر پہ کھڑی ہے پہنچ چکی ہے۔ لیکن انسان عظمتِ الٰہی سے غافل ہو کر فوائد حاصل کرنے کے لیے نقصان سے بچنے کے لیے دوسروں کے دروازے پہ اُمید لے کر جاتا ہے اُن کی اطاعت کرتا ہے۔ اللہ کی اطاعت چھوڑ دیتا ہے تو فرمایا ایسا کرنے سے اللہ کی رحمت سے آدمی محروم ہو جاتا ہے اللہ کی ذات بہت بلند ہے اِس بات سے کہ کسی دوسرے کو اُس کا شریک ٹھہرایا جائے اصل بات یہ ہے کہ ہم جب یہ آیاتِ مبارکہ پڑھتے اور سُنتے ہیں ہم یہاں سے بڑے آرام سے گزر جاتے ہیں جی ہم تو کلمہ گو ہیں ہم تو شرک نہیں کرتے لیکن سب سے خطرناک قسم شرک کی جو ہے وہ دل میں ہوتی ہے اور ہمارا عمل اُس کو سامنے لاتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ رب العٰلمین ہے۔ رب کا معنی ہوتا ہے ہر شخص پر متنفس کی ہر ضرورت ہر آن ہر جگہ پوری کرنے والا

بتدریج تربیت دینے والا ہر شے کو کہ اگر ہمیں یہ اعتماد ہو کہ ہماری تربیت یا ہماری روزی یا ہماری رزق یا ہماری عزت یا ہمارا اقتدار یا ہماری ضرورتیں یہ ساری تو صرف اللہ نے پوری کرنا ہے اور وہ کر رہا ہے اور وہ کرتا رہے گا تو پھر اللہ کا حکم چھوڑ کر کسی بھی بڑے سے بڑے کی بات نہیں مانی جائے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قانون ارشاد فرمایا

لاطاعۃ المخلوق فی معصیۃ خالق۔ خالق کا حکم توڑتے ہوئے مخلوق کا حکم نہیں مانا جائے گا۔ وہ بات جس کی اللہ نے اجازت دی ہے۔ وہ بات جو حدود شرعی کے اندر ہو وہ تو کسی کی ماننا ایک اخلاقی بات ہے انسان کے بس میں ہے لیکن جہاں شریعت کے خلاف آ جائے وہاں کسی کی بات نہیں مانی جائے گی۔ اِس بات کو بھی چھوڑ دو ہمارا جو عمل ہے وہ اِس سے بہت آگے چلا جاتا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ دوسرے کی خوشامد نہیں چھوڑتے اِس لیے کہ ہماری اُمیدیں اُن سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ۔ اللہ اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے پسند کر لیتا ہے اور بندوں میں رسالت و نبوت ودیعت فرمانے کا نبی اور رسُول مبعوث کرنے کا اُن پر آسمانی کتابیں اور آسمانی وحی نازل کرنے کا حاصل صرف یہ ہوتا ہے۔

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ۔ کہ لوگوں کو اِس سے پہلے کہ وقت گزر جائے اِس سے پہلے کہ اُن پر موت وارد ہو جائے اِس سے پہلے کہ اُن کا سابقہ قیامت سے پڑ جائے اِس سے پہلے کہ اُنہیں آخرت میں داخل ہونا پڑے اُنہیں یہ بات سمجھا دی جائے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں ہے۔ اللہ کے سوا جس کے ساتھ اُمیدیں وابستہ کی جائیں یہ سارا حاصل ہوتا ہے۔ نبوت و رسالت کا۔ کوئی ایسا سبب کوئی ایسا انسان کوئی ایسا فرشتہ

کرتی مخلوق میں سے ایسی چیز ہرگز نہیں ہے جس کے ساتھ اُمید وابستہ کی جائے یہ ساری اُمیدیں صرف ایک ذات سے وابستہ کی جائیں گی اور وہ بات ہے اللہ رب العزت کی اور فرمایا

فَاتَّقُوْنِ ۔ لوگو! میرا خیال کرتے رہو مجھ سے ڈرتے رہو میری نافرمانی سے ڈرتے رہو تمہیں یہ گمان ہوگا کہ عجیب بات ہے جب مرجائیں گے اور کفار کہتے تھے کہ انسان جب مرگیا فنا ہوگیا۔ آج بھی کفار یہی کہتے ہیں وجود گل سڑ گیا ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں چورہ چورہ ہوگئیں مٹی میں مل گئیں اعضاء منتشر ہوگئے خاک اُڑ گئی کہیں سے کہیں چلی گئی تو پھر یہ کب زندہ ہوگا کیسے زندہ ہوگا یہ تو کوئی بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ فرمایا تمہیں ایک انسانی وجود کے دوبارہ بننے پر حیرت ہورہی ہے۔ یہ تمہارے سامنے ایک وسیع کائنات موجود ہے یہ اُس کی تخلیق اور اُس کی صنعت کا شاہکار ہے اور اُس کی عظمت اُس کی قدرت کا ملہ پر اور اُس کے ہر چیز پر قادر ہونے پر گواہ ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۔ اُس نے زمینوں اور آسمانوں کو ایسا پیدا فرمایا کہ اُن کی تخلیق میں اُن کے کام میں اُن کی ذمہ داریوں میں اُن کے اوصاف میں اُن کی خصوصیات میں کبھی کوئی انگلی نہیں اُٹھا سکتا کبھی کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کبھی کوئی انہیں غلط ثابت نہیں کرسکتا کہ اتنی وسیع کائنات عدم سے وجود میں لایا کچھ بھی نہیں تھا کوئی مادہ نہیں تھا کوئی مٹی گارہ نہیں تھا کوئی اینٹ پتھر نہیں تھا بنانے کو کچھ بھی نہیں تھا عدم محض سے اتنی وسیع کائنات کو وجود بخشا کہ آدمی اگر مر کر مٹی بھی ہوجائے تو وہ عدم تو نہیں ہوتا شکل بدل گئی نا مادے کی پہلے انسانی وجود کی شکل میں تھا۔ گوشت کی شکل میں تھا گل سڑ جائے گا مادہ تو باقی رہے گا۔ تو جس قادرِ مطلق نے اتنی وسیع کائنات عدم سے وجود میں لائی تو اُس کے لیے تم یہ سوچتے ہو کہ یہ مادہ جو یہ چھائی ہوجائے گا یا مٹی ہو جائے گا اسے دوبارہ کیسے انسانی وجود میں ڈھالا جائے کتنی نادانی کی بات ہے اور اگر تمہیں اس ساری کارگہِ حیات دیکھ کر سمجھ نہ آئی ہو تو اپنی پہلی تخلیق کو دیکھ لو۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ ، ایک نطفے سے ایک قطرے سے انسانی وجود کو تخلیق فرمایا اتنا ایسا وسیع نظام بنایا اور اتنی باریکی رکھی اس میں کہ ایک شخص کے وجود سے اگر اُس نے دس اولادیں پیدا کرنی ہیں پانچ بچے پیدا کرنے ہیں تو ایسا عجیب نظام ہے اُس کا کہ غذا تو وہ کھاتا ہے اُس کے دانت چباتے ہیں اُس کے ہاتھ مُنہ میں ڈالتے ہیں وہ اُس کے پیٹ میں جاتی ہے لیکن جو حصہ کسی اور بدن کا ہے اُس کے صلب میں نطفے کی حیثیت سے محفوظ کردیتا ہے۔ خلط ملط نہیں ہونے دیتا اُسی ایک پیٹ میں اسی ایک مُنہ سے چبائی جاتی ہے۔ ایک شکم کے اندر جاتی ہے لیکن اندر جاکر تقسیم ہوجاتی ہے۔ کسی کی پشت سے کسی کے صلب سے اولاد پیدا ہونی ہے تو غذا میں اولاد کا حصہ شامل کردیتا ہے اور اُس کے جگر سے اُس کے معدے سے اُس کے سارے نظامِ ہضم سے اُسے الگ کرکے آنے والے ایک نئے وجود کا حصہ اُس کے صلب میں محفوظ کردیتا ہے اور ایک قطرہ وہ ایک نطفہ ایک ذرہ ماں کے پیٹ میں پہنچتا ہے تو اتنا وسیع نظام سرگرم عمل ہے اللہ کا کہ دُنیا کے کسی گوشے میں چاول ہے کسی گوشے میں کماد اور چینی بن رہی ہے کسی گوشے میں غلہ ہورہا ہے کہیں سبزیاں ہیں کہیں گرم مصالحے ہیں۔ دُنیا کے مختلف ممالک میں مختلف اجناس پیدا ہوتی ہیں یہ ساری چیزیں مٹی کے مختلف رُوپ ہیں وہی زمین وہی مٹی وہی مٹی کے خاکی اجزاء جو ہیں وہ مختلف رُوپ دھارتے رہتے ہیں اور اُنہی اجزاء میں اللہ نے طے کر رکھا ہے کہ کونسا گارا کونسے وجود پہ فٹ آجائے گا سینکڑوں ہزاروں کروڑوں میل مسافتیں طے کرکے وہ چاول وہ گنے کی شوگر دوائیں بن کر وہ مختلف گولیاں ٹیبلٹ بن کر وہ مختلف مشروبات کی شکل میں ڈھل کر پہنچتی اُسی وجود تک ہیں جن کا حصہ رب العالمین نے مقرر فرمایا ہے۔ کوئی دوسرا دوسرے کا

حصّہ نہیں کھا سکتا۔

الا و انّ النفس لن تموت حتی تستکمل رزقھا

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو رزق ہے نا تمہارا یہ بھی زندگی کی ضمانت ہے۔ کوئی متنفس اپنے حصّے کا ایک دانہ چھوڑ کر نہیں مرتا ایک گھونٹ پانی چھوڑ کر نہیں مرتا اپنے حصّے کا ایک سانس ہوا کا چھوڑ کر نہیں مرتا۔ جو آدمی بھی دُنیا سے اُٹھتا ہے اپنے حصّے کا پُورا پُورا راشن مکمل خرچ کر کے اُٹھتا ہے۔ اپنے حصّے کی ہوا بھی پھانک کر اُٹھتا ہے۔ اپنے حصّے کا پانی پی کر جاتا ہے۔ اپنے حصّے کی غذا لے کر الا و انّ النفس لن تموت۔ کوئی جان نہیں موت سے دوچار ہوتی۔ حتّٰی تستکمل رزقھا۔ حتیٰ کہ وہ اپنا مقرر شدہ رزق پورا نہ کرلے اور یہ ایسا مضبوط نظام ہے کہ دوسرے کا لے نہیں سکتا اپنا چھوڑ کر نہیں جاتا۔ اگر لوگ اپنا چھوڑنے لگتے تو جہان میں گند پڑا ہوتا۔ دوسرے کا لینے لگتے تو بعد میں آنے والے بھُوکے مرجاتے۔ سب کا رزق اِسی زمین کے سینے میں محفوظ ہے غذا بھی چاول بھی فروٹ بھی پانی بھی ہر کوئی اپنا اپنا لیتا ہے دوسرے کا نہیں لیتا۔ پھر وہ رزق دنیا کے مختلف حصّوں سے آکر ایک مُنہ میں جاتا ہے ایک پیٹ میں ایک معدے میں حل ہوتا ہے ایک جگہ اِس سارے کو خون کی شکل دیتا ہے۔ لیکن جو حصّہ بچّے کا ہے وہ ماں کے وجود کا حصّہ نہیں بنتا اور ایک انسان کے اندر دوسرے انسان کی تعمیر کرتا رہتا ہے۔ اندھیروں میں تاریکی میں مختلف پردوں میں جس وجود کے اندر وہ وجود بن رہا ہے خود وہ بے خبر ہے۔ کہ کیا ہو رہا ہے کیا بن رہا ہے گورا ہے کالا ہے بڑے قد کا ہو گا یا چھوٹے قد کا ہو گا اِس کی نظر صحیح ہوگی نہیں ہوگی تیز ہوگی کم ہوگی۔ عقل و شعور کیسا ہوگا کتنا ہوگا وہ خود نہیں جانتا لیکن وہ بنانے والا ایسا صانع ہے ایسا قادر ہے کہ فرمایا جس انسان کو مَیں نے اِس طرح بنایا اب وہ بھی جھگڑا کرتا ہے کہ قبر میں مجھے کیسے بنائے گا کتنی عجیب بات ہے یہ انسان جس پراسس سے ہوکر آیا ہے جس طرح سے اُسے تخلیق کیا گیا ہے جس طرح سے اُس کا وجود قادرِ مطلق نے بنایا ہے کیا یہ اُس سے زیادہ مشکل نہیں ہے۔ قبر میں تو ایک وجود کے ذرات ایک وجود کا مادہ پڑا ہوگا جو پہلے حیات سے آشنا رہ چکا ہے ایک وجود کی ہڈیاں اور گوشت کا گل سڑ کر چُورا پڑا ہوگا وہ وجود پہلے زندگی سے آشنا رہ چکا ہے وہ ایک وجود رہ چکا ہے وہ اُس میں رُوح کا اثر قائم رہا ہے اُس میں زندگی رہی ہے اُس نے کھایا پیا سویا جاگا اُس نے پورا زندگی کا عمل پراسس سے اور فنکشن سے گزرا ہے لیکن یہ جو کچھ پہلی تعمیر ہے انسانی وجود کی اِس کا ہر ذرہ زندگی سے ناآشنا تھا۔ انسانی زندگی سے رب جلیل اُسے کتنی مسافتوں سے چلا کر کتنے منزلوں سے گزار کر کتنی مشینوں سے گزار کر کتنے راستوں سے اُسے کہاں کہاں کس وجود پر پہنچا رہا ہے اور اُس وجود کی تعمیر ہو رہی ہے تو فرمایا یہ انسان جسے مَیں نے اِس طرح سے پیدا کیا آج اِسے شبہ ہے کہ مجھے قبر سے کون اُٹھائے گا یا کیسے بن سکے گا یا میرا وجود نہیں بن سکے گا۔

تو انسانی زندگی بجائے خود اِس کی عظمت اِس کی قدرتِ کاملہ اور اُس کی تمام ذات اور صفات میں شراکت سے بالاتر ہونے کی گواہ ہے فرمایا کون ہے جو اس تعمیر میں انسانی وجود کے بنانے میں اُس کے ساتھ شریک ہوتا ہے کوئی بھی نہیں خود جس کا وجود بن رہا ہے اُس میں تو وہ شعور بھی نہیں کہ وہ اپنی ضرورت سمجھ سکے یا وہ اپنے لیے کوئی کوشش ہی کر سکے جب اِس حال میں اُس نے تجھے بنایا سنوارا انسان بنایا انسانی شعور بنایا انسانی حیات عطا کی انسانی تمام اوصاف اور کمالات عطا کیے تو جب وہ تمہیں کمالات عطا کر چکا تو تم دوسروں پر اُمیدیں کرنے لگے دوسروں کے پیچھے بھاگنے لگے اور اُس کی بارگاہ تمہارے سجدوں سے محروم ہوگئی اُس کی عظمت تمہارے ذہنوں سے اُتر گئی اور اُس کی محبت تمہارے دلوں سے محو ہوگئی کیسی عجیب بات ہے۔ پھر اللہ کے سوا کائنات میں زمینوں پر ہے کوئی یا آسمانوں

پر سب مخلوق ہیں ان میں خالق کوئی نہیں ہے کہ وہ مخلوق کی ربوبیت کا فریضہ سرانجام دے۔

تو انسان کے لیے جتنی فکر ہم شام کے کھانے کی کرتے ہیں جتنی فکر ہم آنے والے کل کی کرتے ہیں۔ جتنی فکر ہم مستقبل کے نام پر خاندان کی بچوں کی کرتے ہیں۔ فرمایا یہ ساری چیزیں موہوم ہیں موت اور قیامت کا وقوع یقینی ہے۔ شاید تمہیں شام کا کھانا دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو شاید تمہیں بچے کی شادی میں شرکت کا موقع ملے یا نہ ملے جو سرمایہ جمع کرتے ہو شاید تم اُسے دیکھ بھی پاؤ یا نہ پاؤ تو سارے کام کرو شادیاں کرو آرام کرو کھانے کے لیے کماؤ پیسے جمع کرو، گھر بناؤ لیکن مقدم اس بات کو رکھو کہ تمہیں مرنا بھی ہے سارا کام کرتے ہوئے اپنی عاقبت کو اپنی موت کے پراسس کو اپنے اللہ کے حضور کی حاضری کو اُس سے خراب نہ کرو۔ اللہ کی نافرمانی کر کے بے ایمانی سے پیسے جمع نہ کرو پیسہ رہ جائے گا اور تمہیں اُس کے حضور کھڑا ہونا پڑے گا۔ اللہ کی نافرمانی کر کے جھوٹ بول کر غلط فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ تمہارا نفع و نقصان اُس کے دستِ قدرت میں ہے اور جو تم اسبابِ دُنیا جمع کرو گے شاید وہ تمہیں دیکھنے بھی نصیب ہوں یا نہ ہوں اگر تم اولاد کے لیے جھوٹ بولتے ہو یا جرم کرتے ہو یا رشوت لیتے ہو تو تمہارے پاس گارنٹی ہے کہ تم اُس اولاد کو پھلتا پھولتا دیکھ سکو گے تمہارے پاس کیا گارنٹی ہے کہ تمہارا وہ بچہ اُس پیسے سے فائدہ حاصل کر سکے۔ تب تک وہ زندہ رہے گا۔

تو حاصل یہ ہے کہ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ۔ قیامت آچکی دُور نہیں ہے آچکی اب اُس کے واقعہ ہونے میں کوئی بھی لمحہ اُس کے وقوع کا ہو سکتا ہے جب اللہ چاہے ابھی آجائے اور ہزار سال بعد آئے لیکن ہر گھڑی اِس کے وقوع کا انتظار کر رہی ہے باقی سب باتوں سے زیادہ یقینی ہے۔ اسلام کا حاصل ساری عبادتوں کا ساری ریاضتوں کا رمضان شریف کے روزوں کا تلاوت کا منازل کے سننے کا تراویح کی جماعت کا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کو اپنے مالک سے وابستہ کرے اور اپنی اُمیدیں اُس کی ذات سے وابستہ کرے اور اُس کی اطاعت کی حدود کے اندر رہ کر سارے کام کرے دُنیا کے کرے کمائے کمائے خرچ کرے گھر بنائے اولاد کی پرورش کرے لیکن مقدم اور پہلے اِس بات کو یاد رکھے کہ اُس کے سر پہ قیامت کھڑی ہے۔ اللہ کریم ہمیں نیکی کی توفیق دیں اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

بقیہ: رزقِ کریم

ہے اور ساتھ رہنا پڑتا ہے تو ہم اللہ ضروری نہیں کہ وہ ہماری بیعت کرے ہماری بیعت واجب نہیں ہے ہر شخص پر ہمارا مُرید ہونا ہر شخص کی نجات کے لیے ضروری نہیں ہمارے ساتھ ذکر کرنا ہر شخص کے لیے ضروری نہیں ہے لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے یہ سب کی بے مجبوری تو اس میں اگر کوئی بھی اس طرح سے آنا چاہے ہم اُسے خوش آمدید کہیں گے۔ اللہ کریم ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

دعائے مغفرت

کلرک فتح محمد (خوشاب) کے والد صاحب وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

نوٹس داخلہ فرسٹ و سیکنڈ ایئر

صفارہ کالج لاہور (حکومت سے منظور شدہ) (انگلش میڈیم)

نمایاں خصوصیات

- اعلیٰ تربیت، اعلیٰ کردار اور روشن مستقبل
- دینی و دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج
- اعلیٰ تعلیم کے ساتھ قیادت کی صلاحیت
- مروجہ تعلیم کی دو رنگی سے ہٹ کر ایک نیا راستہ
- عربی اور انگریزی پر یکساں عبور
- تحریر و تقریر میں مہارت
- اقبال کے شاہینوں کا مسکن ● ہوسٹل کی سہولت
- بیرون ملک مقیم والدین کیلئے اولاد کی تعلیم و تربیت کا بہترین ادارہ
- سی ایس ایس پی سی ایس آرمی آفیسرز ایم بی اے اور صحافت کے شعبوں میں کیریئر کے متلاشی طلباء کیلئے عملی رہنمائی

داخلہ جاری ہے

پراسپکٹس اور فارم داخلہ بذریعہ ۱۰۰ روپے پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر حاصل کریں

پرنسپل: صفارہ کالج ادبیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور نمبر ۵۴۷۷۰ فون: ۸۴۴۲۹۰۹

اجتماعی ذکر

لاہور

مقام	دن	وقت
○ اویسیہ - کالج روڈ ٹاؤن شپ	روزانہ	صبح وبعد مغرب
○ مسجد حنفیہ، رحمان گلی نزد پرانا کراؤن اڈہ	جمعہ	۸ بجے صبح
○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ دفتر لاہور کینٹ	ہفتہ و منگل	بعد مغرب
○ مسجد خضری، سمن آباد	سوموار	
○ مسجد شان اسلام بی - ۲ گلبرگ ۲	روزانہ	"
○ مسجد دار الشفقت چوک یتیم خانہ، ملتان روڈ	"	صبح وبعد مغرب
○ مسجد نور - چوک دارو غہ والا - واہگہ روڈ	"	بعد مغرب
○ اقبال مسجد پریم نگر نزد ایم اے او کالج ساندہ روڈ	"	
○ مسجد کھجوروالی سید مٹھا بازار - اندرون لوہاری گیٹ	"	"
○ ماسٹر رشید احمد مکان نمبر ۲ گلی نمبر ۶ ٹاؤن پورہ کشمیری محلہ		"

گجرات و کھاریاں

مقام	دن	وقت
○ کوٹھی جناب ملک صاحب گجرات	ہر ماہ کا تیسرا جمعہ	۸ - ۱/۲ بجے صبح
○ فرید کار ز شاپ کھاریاں کینٹ	جمعہ	بعد نماز جمعہ
○ عسکری مسجد، ساؤتھ کالونی کھاریاں	سوموار	بعد مغرب

بورے والا - وہاڑی

مقام	دن	وقت
○ جامعہ انوار القرآن چک 142/E-B	ہر ماہ کا تیسرا جمعہ	بعد مغرب

نوشہرہ (سرحد)

مقام	دن	وقت
○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ دفتر - طفیل روڈ	جمعرات	بعد مغرب
○ مسجد درزیاں - کیولری روڈ	روزانہ	"
○ مسجد ایم - ای - ایس - طفیل روڈ	اتوار و بدھ	"
○ مسجد میڈیکل سٹور - مانکی روڈ	پیر و منگل	"

چترال

مقام	دن	وقت
○ مسجد سید آباد - چترال	روزانہ	فجر و عصر
○ مسجد جامع پرانا بازار - دروش	منگل	ظہر
○ مسجد اتالیق بازار، چترال	جمعہ	بعد نماز جمعہ
○ نیو مسجد دار العرفان، بمبریت	روزانہ	صبح و شام
○ مسجد سکندر، بیر کنی	"	"

فیصل آباد

مقام	دن	وقت
○ گول مسجد پی ڈبلیو ڈی بالمقابل اڈہ جی ٹی ایس	ہر ماہ کی پہلی اور تیسری جمعرات	بعد مغرب

گوجرہ

مقام	دن	وقت
○ مسجد الفضا - پرانی غلہ منڈی	ہر ماہ کی دوسری جمعرات	بعد مغرب

ٹوبہ ٹیک سنگھ

مقام	دن	وقت
○ مرکزی جامع مسجد	روزانہ	بوقت تہجد وبعد مغرب
وضلعی ماہانہ اجتماع	ہر ماہ کا آخری بدھ	

کراچی

مقام	دن	وقت	
○ جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ فیز II ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی	جمعرات	بعد نماز مغرب	کرنل محبوب صاحب ۵۴۴۹۹۰
○ جامع مسجد عثمان بن عفان محمد علی سوسائٹی، کراچی	ہر جمعہ	بعد نماز جمعہ	
○ مسجد طوبیٰ فیز I ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی	روزانہ	بعد نماز مغرب	"
○ جامع مسجد اسکول آف آرمی ایئر ڈیفنس ملیر کینٹ کراچی	روزانہ	بعد نماز تہجد اور بعد نماز مغرب	کیپٹن خورشید احمد ۵۴۴۱۲۴
○ جامع مسجد KARSAZ نیوی KARSAZ	روزانہ	بعد نماز مغرب	چوہدری بشیر احمد
عالمگیر مسجد، ماڈل کالونی - کراچی	روزانہ	بعد نماز مغرب	چوہدری شبیر احمد ۴۰۱۵۴۴
○ جامع مسجد مدینہ بلال کالونی، کورنگی کراچی	روزانہ	بعد نماز تہجد اور بعد نماز مغرب	مفتی عبدالستار صاحب
○ نیول کالونی، ڈالیاں SRE III کوارٹر نمبر ۱۱۳/۵	روزانہ	"	قاضی محمد اسلم صاحب
○ اویسیہ سفریات الکرم اسکوائر لیاقت آباد نمبر ۱۰	روزانہ	بعد نماز مغرب	غلام مصطفےٰ صاحب ۶۲۲۰۱۲

کراچی کے احباب رابطے کے لیے کسی بھی وقت اور کسی بھی مندرجہ بالا فون نمبر و لیہ رابطہ کر سکتے ہیں۔

فارم رکنیت

الاخوان

نام ______ ولدیت ______

عمر ______ پیشہ ______

موجودہ پتہ ______

مستقل پتہ ______

______

فون نمبر دفتر ______ گھر ______

میں الاخوان کا رکن بننا چاہتا ہوں۔ میں اس کے منشور کی مکمل پابندی کروں گا۔ اس میں میرا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ میں خود اپنے پر اور اپنے اہل خانہ پر شریعت کا نفاذ کروں گا اور اپنے دوستوں اور اعزہ و اقربا کو اس کی ترغیب دوں گا کہ وہ شریعت پر عمل کریں نیز ہر قسم کے تنازعات میں الاخوان کے مقرر کردہ حکم کے فیصلوں پر بلا چون و چرا عمل کروں گا۔

دستخط ______

تاریخ ______

اسرار التنزیل

	غیر مجلد	مجلد آرٹ پیپر
جلد اوّل	۱۰۰/-	۱۹۰/-
جلد دوم	۸۰/-	۱۳۰/-
جلد سوم	۷۰/-	۱۳۰/-
جلد چہارم	۸۰/-	۱۳۰/-

منی آرڈر یا ڈرافٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں

اویسیہ کتب خانہ۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ۔ لاہور

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر
حصّہ دوم بھی چھپ چکا ہے۔

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے، تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اُس مقدس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حسن اور مقصدیت بخشتا ہے۔ اس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ،
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت: ۱۳۰ روپے

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255